تفسیر بیّنات القرآن

سے اقتباس

معجزۂ معراجِ مصطفیٰ

تاجدارِ شبِ اسریٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علامہ قاری محمد طیب نقشبندی

سرپرست جامعہ رسولیہ لاہور

بانی جامعہ رسولیہ (اسلامک سنٹر) مانچسٹر برطانیہ

مکتبہ نوریہ حسنیہ

جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ (بنی اسرآءیل: ۱)

نام کتاب ــــــ معجزہ معراج مصطفےٰ
تاجدار شب اسریٰ ﷺ

تالیف ــــــ علامہ قاری محمد طیب نقشبندی

باہتمام ــــــ میاں محمد رضا نقشبندی

کمپوزنگ/ڈیزائننگ ــــــ ID Copmuter Graphics
Photo Copy & Stationary
Jamia Rasoolia Ameer Road LHR
Ph: 042-722 722 6 Mob: 0300 - 4 57 280

مکتبہ نوریہ حسنیہ
جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

فہرست

تقدیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

زیرِ نظر رسالہ ''تفسیر بیّنٰتُ القرآن'' سے ایک اقتباس ہے جس کی ایک سال کے دورانیہ میں دوسری اشاعت اس کی اہمیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ قبلہ والد گرامی محقق اسلام علیہ الرحمہ نے آخری ایام میں قرآن پاک کی تفسیر کیلئے کام شروع کیا مگر عمر عزیز کے 63 برس مکمل ہو چکے تھے اور بارگاہِ غفور الرحیم میں حاضری کا وقت قریب آ چکا تھا اس لئے یہ کام آگے نہ چل سکا اور آپ ظاہری دنیا سے تشریف لے گئے۔ آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے علامہ قاری محمد طیب نقشبندی مدظلہ جو صحیح معنوں میں آپ کے قلم کے وارث ہیں نے اس عظیم علمی کام کا بیڑہ اٹھایا اور شب و روز قرآن پاک کی تفسیر لکھنے میں گزار دیئے۔ دن ہفتے اور مہینوں میں گزرتے گئے اور ''تفسیر بینات القرآن'' منزل بہ منزل اپنا سفر طے کرتے ہوئے 23ویں سپارے میں آ پہنچی اور اس وقت تک اس کی پہلی جلد جو دو پاروں اور ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے اہل علم و دانش سے داد وصول کر رہی ہے۔

ان شاء اللہ العزیز اگلے چند برسوں میں قرآن پاک کی تفسیر مکمل ہونے کو ہے خدا وہ دن جلد لے آئے کہ ہمارے ہاتھوں میں تفسیر بینات القرآن کا پورا سیٹ زینت نظر ہو۔

عوام کی سہولت کے پیش نظر چیدہ چیدہ موضوعات جو تفسیر بینات القرآن کا حصہ ہیں الگ کتابی شکل میں شائع کئے جا رہے ہیں۔

☆ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
☆ قرآن اور قربانی اسماعیل علیہ السلام
☆ برکات درود شریف
☆ دلائل ختم نبوت مع کفریات مرزا
☆ معجزۂ معراج مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پروردگار حضرت مصنف کے علم میں مزید بہاریں اور ہم سب کیلئے اس تفسیر کو ذریعہ نجات بنائے۔ (ادارہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ

پاکی ہے اس رب کی جس نے اپنے بندۂ خاص (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قلیل حصہ رات میں مسجد حرام سے

اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا

مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی ❶

معجزۂ معراجِ مصطفےٰ، تاجدارِ شبِ اسریٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

❶ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ

سورۂ بنی اسرائیل مکی ہے اور مکی دورِ نبوت کا سب سے اہم واقعہ معجزۂ معراج ہے چنانچہ اس سورت کا آغاز اسی معجزہ سے کیا گیا۔ باقی مکی سورتوں میں یہ اہتمام نہ کیا گیا کیونکہ ایک واقعہ ایک ہی بار بیان کر دینا کافی ہے الا یہ کہ دوبارہ بیان کے لئے کوئی مصلحت و حکمت متقاضی ہو اور یہاں ایسی کوئی حکمت نہیں، چونکہ اس آیت مبارکہ کا ہر لفظ اپنی جگہ بڑے اسرار پر مشتمل ہے۔ اس لئے ہم اس کے کلمات کو الگ الگ عنوانات کی صورت میں لکھ کر اس کے تحت گفتگو کرتے ہیں۔

اللہ نے بیانِ معراج کا آغاز لفظِ سبحان سے کیا جس کا معنی ہے کہ پاک ہے اللہ۔ یہ لفظ بطور مصدر استعمال ہوتا ہے۔ اس پر لامِ تعریف داخل نہیں کیا جاتا اور یہ اسم غیر متمکن ہے۔ اس پر اعراب جاری نہیں ہوتے، اس کی اصل یوں ہے: سَبَّحۡتُ سُبۡحَانَ الَّذِیۡ یعنی اس رب کی تسبیح کہتا ہوں .... جیسے کَفَرۡتُ کُفۡرَاناً

بیانِ معراج کا آغاز لفظِ سبحان سے کیوں کیا گیا؟

چونکہ ہر معجزہ ہی پرستارانِ عقل کے لئے نا قابلِ قبول ہے اور معجزۂ معراج تو سید المعجزات ہے اس میں تو عقل کے پجاریوں کے لیے شدید تر حیرت و استعجاب ہے اور وہ اسے ماننے پر ہرگز تیار نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے اللہ نے فرمایا کہ جس رب نے اپنے بندۂ خاص محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیر معراج عطا فرمائی وہ پاک ہے یعنی ہر عجز کمزوری، اور بے بسی سے دور ہے وہ وُہی سبحان ہے جس کے حکم سے تختِ سلیمان علیہ السلام ہوا میں اڑتا اور مہینوں کا سفر گھنٹوں میں طے کر لیتا تھا۔ وہ وہی سبحان ہے جس کے چاہنے سے عیسیٰ علیہ السلام چشم زدن میں دوسرے آسمان پر جا بیٹھے، وہ وہی سبحان ہے جس کی دی ہوئی طاقت سے انسان نے ہزاروں ٹن وزنی ہوائی جہاز ہوا میں اڑا دیا اور وہ وہی سبحان ہے جس کے حکم سے کرۂ شمس جو اس زمین سے سات گنا بڑا ہے ایک منٹ سے کم عرصہ میں چودہ ہزار میل کی تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا چوبیس گھنٹوں میں زمین کے گرد چکر مکمل کر لیتا ہے۔ اگر اسی سبحان نے اپنے بندۂ خاص سید عالم امام المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات کے کچھ حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے لامکاں تک کی سیر کروادی اور واپس لے آیا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

اسی لیے اللہ نے یہ نہ فرمایا کہ پاک ہے وہ رب جس کے بندے نے راتوں رات سیر کی، بلکہ فرمایا پاک ہے وہ رب جس نے اپنے بندے کو راتوں رات سیر کروائی، اگر سیر کرنے کی نسبت بندے کی طرف کی جاتی تو منکر کا اعتراض بندے پر وارد ہوتا مگر جب سیر کرانے کی نسبت بندے کے قادرِ مطلق رب کی طرف کی گئی تو اب منکر کا اعتراض رب پر آئے گا۔ اس کی مثال یوں ہے کہ اگر ایک بچہ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر کہے کہ میں پچھلے ہفتے چین گیا وہاں سے جاپان پہنچا، وہاں سے میں نے روس کا سفر اختیار کیا، وہاں سے میں نے امریکہ کی طرف پرواز کی اور ساری زمین پھر کر واپس آ گیا

تو اس کی بات لوگ نہیں مانیں گے لیکن اگر اس بچے کا باپ کہے کہ میں اپنے بچے کو چین لے گیا، وہاں سے جاپان لے گیا پھر میں نے اسے امریکہ کی سیر کروائی اور واپس لے آیا تو اب کسی کو مجالِ انکار نہیں، اگر ایک باپ اپنے بچے کو اپنی طاقت کے مطابق ساری دنیا کی سیر کروا سکتا ہے تو کیا سارے جہاں کا خالق و مالک رب العالمین اپنی طاقت کے مطابق اپنے پیارے حبیب کو راتوں رات ساری کائنات کی سیر نہیں کروا سکتا؟ اس لیے فرمایا گیا سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی لفظ سُبۡحٰنَ سے قصۂ معراج کا آغاز اس لیے بھی کیا گیا کہ ہم دیکھتے ہیں جب کسی شخص کو بڑا مقام ملتا یا کسی بڑے عہدے پر فائز کیا جاتا ہے تو اس کے والدین دیکھ کر کہتے ہیں سُبۡحٰنَ اللہِ، یعنی اے بیٹے پاک ہے اللہ جس نے تجھے یہ مقام عطا کیا، اعزہ و اقرباء دیکھ کر کہتے ہیں سُبۡحٰنَ اللہِ، اور دوست احباب بھی دیکھ کر سُبۡحٰنَ اللہِ پکارتے ہیں۔ شب معراج سید الانبیاء حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثنا کو جو منصب عظیم اور مقام رفیع ملا وہ اس سے قبل کسی کو ملا نہ آئندہ کسی کو مل سکتا تھا کہ آپ کو زمزم سے نہلایا گیا، جنتی لباس پہنایا گیا اور دُلہا بنا کر براق پر سوار کیا گیا، ہزاروں فرشتوں کی بارات ساتھ ہے۔ جبرئیل امین نے سواری کی رکاب تھامی ہے، میکائیل نے لگام پکڑی ہے (مواہب لدنیہ) مگر ایسے میں آپ اکیلے ہیں، والدین پاس نہیں ہیں کہ دیکھ کر کہیں اے بیٹے محمد! سُبۡحٰنَ اللہِ کوئی قریبی عزیز نہیں ہے کہ دیکھ کر سُبۡحٰنَ اللہِ کہے، ابوبکر صدیق و عمر فاروق پاس نہیں ہیں کہ دیکھ کر کہیں، اے پیارے آقا سُبۡحٰنَ اللہِ۔ عثمان غنی و علی المرتضیٰ نہیں کہ سُبۡحٰنَ اللہِ پکاریں، ایسے میں رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور فرمایا:

''سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا''

کہ پاک ہے وہ رب جس نے اپنے بندہ خاص کو یہ منصب عظیم عطا فرمایا۔

گویا اللہ نے فرمایا، اے پیارے حبیب دنیا میں بڑے بڑے لوگ آئیں گے، بڑے بڑے مناصب پائیں گے اور ان کے لئے سُبۡحٰنَ اللہِ کہی جائے گی مگر نہ وہ رہیں گے نہ

ان کے لئے سُبْحٰنَ اللّٰہِ ہے گی، مگر اے پیارے حبیب جب تک میرا قرآن پڑھا جاتا رہے گا آپ کی سُبْحٰنَ اللّٰہِ جاری رہے گی۔

اَلَّذِیْٓ اَسْرٰی

اَسْرٰی یُسری کا معنی رات کو سیر کرانا یا چلانا ہے جیسے قرآن میں ہے: وَلَقَدْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ میرے بندوں کو راتوں رات (مصر سے) لے چلو۔ (طٰہٰ: ۷۷)

معراج شریف کے لیے لفظِ سیر کا استعمال بھی اپنے اندر ایک خوبی رکھتا ہے، یوں بھی کہا جا سکتا تھا سُبْحٰنَ الَّذِیْ ذَهَبَ بِعَبْدِهٖ کہ پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو لے گیا یا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَفَّرَ عبدہٗ کہ پاک ہے وہ جس نے اپنے بندے کو سفر کرایا۔ لیکن ایسا نہیں کیا گیا، کیونکہ سفر اور سیر میں فرق ہے۔ سفر میں تھکاوٹ، پریشانی اور صعوبت ہوتی ہے۔ اسی لیے حدیث میں ہے: اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ من العذاب سفر عذاب کا ایک حصہ ہے۔ (بخاری کتاب العمرۃ باب ۱۹، کتاب الجہاد باب ۱۳۶) مگر سیر نشاط انگیز چہل قدمی کا نام ہے جس میں تھکاوٹ پریشانی اور صعوبت کا گذر نہیں۔ گویا یہ کہہ کر کہ پاک ہے وہ جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی، بتایا گیا کہ سیر معراج میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہیں تھکاوٹ یا پریشانی نہیں دیکھی بلکہ ہر قدم پر انکے لئے نئی خوشی تھی، ہر گام پہ نئی مسرت تھی، اور ہر لحظہ آپ کی نئی شان نئی آن تھی۔ آپ اللہ کی نشانیوں میں سے نئی سے نئی نشانی دیکھ رہے تھے اور بڑھتے جا رہے تھے۔

بِعَبْدِهٖ

اس لفظ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبدیت کو اللہ نے اپنی طرف منسوب فرما کر آپ کا بلند تر مقامِ قرب ظاہر فرمایا اور آپ کو اپنا بندۂ خاص قرار دیا۔ یوں تو ہر چیز اللہ کی عبد ہے یعنی عبادت گزار، جیسے قرآن میں ہے:

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝

آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے وہ خدائے رحمان کے پاس عبد بن کر حاضر ہوگی۔ (مریم: ۹۳)

مگر کچھ خوش نصیب وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندے قرار دیتا ہے، جیسے اللہ نے فرمایا:

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝

(اے شیطان!) جو میرے خاص بندے ہیں ان پر تیرا کوئی اختیار نہیں۔ (حجر: ۴۲)

اپنی خاص بندگانِ خدا میں سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو ان سب کے سردار ہیں، اس لیے اللہ انہیں بِعَبْدِهٖ یعنی اپنا بندۂ خاص کہہ کر یاد فرماتا ہے اور ایسا انداز اپنے حبیب کی عزت افزائی کے لیے اللہ نے قرآن میں کئی جگہ اختیار فرمایا جیسے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ

سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندۂ خاص پر کتاب نازل فرمائی۔ (کہف: ۱)

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا

اگر تم اس کتاب کے بارے میں مبتلائے شک ہو جو ہم نے اپنے بندۂ خاص (محمد مصطفیٰ ﷺ) پر نازل فرمائی۔ (بقرہ: ۲۳)

اسی لئے ہر مسلمان یوں کلمہ پڑھتا ہے: و اشهد ان محمداً عبدهٗ و رسولهٗ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندۂ خاص اور اس کے رسول ہیں۔ الغرض محض عبد ہونا اور ہے، اور عبدُهٗ یا بعبدہ ہونا اور ہے۔ علامہ اقبال نے خوب کہا۔

عبد دیگر عبدهٗ چیزے دگر   او سراپا انتظار ایں منتظر

یعنی عبد اور ہے، اور عبدہٗ کچھ اور چیز ہے۔ عبد انتظار کرنے والا ہے اور عبدہٗ کا انتظار کیا جاتا ہے (اور اسے عرش پر بلایا جاتا ہے)۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بِعَبْدِہٖ کہہ کر کیوں یاد کیا گیا؟

یہاں سوال ہے کہ معراج تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم ترین معجزہ اور بلند ترین منصب ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے تو یوں کہنا چاہیے تھا: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِحَبِیْبِہٖ پاک ہے اللہ جس نے اپنے حبیب کو سیر کرائی یا برسولہ، بنبیہ، بسید المرسلین، یابخاتم النبیین کہا جاتا کہ اللہ نے اپنے رسول، اپنے نبی، سید المرسلین یا خاتم النبیین کو سیرا کرائی، اس موقع پر بعبدہ کہنا کیوں پسند کیا گیا؟ آپ کے کسی بلند تر لقب کا انتخاب کیوں نہ کیا گیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے تمام مدارج ومناصب اور تمام عظمتیں اور رفعتیں آپ کی شانِ عبدیت میں چھپی ہوئی ہیں، یعنی جس قدر کوئی اللہ کے حضور سرِ عبادت اور جبینِ بندگی جھکاتا ہے، اسی قدر اسے بلندی وبزرگی عطا کی جاتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اللہ سے جو کچھ پایا وہ عبدیت ہی سے پایا، اور جس قدر آپ نے اپنے رب کی عبادت کی کسی اور نے نہ کی۔ احادیث کے مطابق آپ کا نور تمام کائنات سے پہلے تخلیق کیا گیا اور اس نور نے یومِ تخلیق سے اللہ کی عبادت یعنی حمد وثنا شروع کی، جب آپ کی عبادت ساری کائنات سے زیادہ تھی تو معراج کی رات آپ کا منصب ومرتبہ بھی سب سے اونچا دکھایا گیا اور آپ کو اتنی بلندی عطا کی گئی کہ ساتوں آسمان اور عرش وکرسی آپ کی راہ دیکھتے رہ گئے، جیسا کہ ہم آگے واقعۂ معراج ذکر کر رہے ہیں۔ گویا بِعَبْدِہٖ کہہ کر بتایا گیا کہ آپ نے بندی معراج اپنی عبادت کے ذریعے حاصل کی، اس میں ترغیبِ عبادت بھی ہے۔

بِعَبْدِہٖ کہنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام کو دوسرے آسمان پہ اٹھایا گیا تو

عیسائیوں نے ان کی یہ عظمت دیکھ کر انہیں خدا مان لیا، یا خدا کا بیٹا بنا دیا جب کہ شبِ معراج اللہ نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بلندی تک اٹھایا کہ سب آسمان آپ کی گردِ راہ بن گئے، ممکن تھا کہ آپ کی یہ بلندی دیکھ کر کوئی آپ کو بھی خدا کہے۔ اس لئے بِعَبْدِہٖ فرمایا گیا کہ پاک ہے وہ رب جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی یعنی حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی بڑی عظمت پانے کے باوجود اللہ کے بندے ہیں اور بندگی ہی پہ ناز رکھتے ہیں۔

اسی لئے سیرِ معراج کے انتہائی بلند اور سب سے آخری مقام (جب رسولِ اکرم ﷺ بارگاہِ ربوبیت میں حاضر ہوئے) کا ذکر کرتے ہوئے بھی یونہی فرمایا گیا۔

فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ۝ پھر اللہ نے اپنے بندۂ خاص (محمد مصطفیٰ ﷺ) کی طرف جو وحی فرمائی سو فرمائی۔ (النجم: ۱۰)

گویا بیانِ معراج کا آغاز بھی آپ کی عبدیت سے کیا گیا اور اختتام بھی آپ کی عبدیت پر۔ مقصد یہی ہے کہ آپ کی امت کو اس شرک سے بچایا جائے جس میں عیسائی مبتلا ہوئے، یہی وجہ ہے کہ الحمد للہ امتِ محمدیہ شرک سے محفوظ ہے۔ جب وہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درجۂ خدائی دینے پر تیار نہیں تو کسی اور کو یہ درجہ کیسے دے سکتی ہے، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنی امت کے شرک میں مبتلا ہونے کا کوئی خطرہ نہیں۔ (بخاری کتاب الجنائز باب ۷۲)

مگر افسوس ہے کہ اس کے باوجود کچھ لوگ امتِ مسلمہ پر چھوٹی چھوٹی باتوں کے بہانے شرک کے فتوے لگا رہے ہیں اللہ سب کو ہدایت دے۔

لَیْلًا

یعنی رات کے تھوڑے سے حصہ میں یہ معراج ہوئی۔ پیچھے اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ فرمایا گیا اور اَسْرٰی کا معنی ہی رات کو سیر کرانا ہے۔ اس کے باوجود اس کے بعد لَیْلًا فرمانا یہ بتانے

کے لئے ہے کہ ساری رات یہ سیر نہیں ہوئی بلکہ اس کے تھوڑے سے حصہ میں ہوئی کیونکہ لیلاً پر تنوین رات کی کمی بیان کرنے کے لئے ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۲۹۲ مطبوعہ ملتان)

رات کے کس قدر تھوڑے سے حصہ میں معراج ہوئی؟

اس بارے میں بندۂ گنہگار راقم الحروف کی نظر سے کوئی صریح حدیث یا روایت تو نہیں گزری البتہ صاحب روح المعانی علامہ محمود آلوسی علیہ الرحمہ کے یہ الفاظ پیشِ نظر ہیں۔

وِ فی بعضِ الاٰثارِ اَنَّہٗ صلّی اللہ علیہٖ وسلم لَمَّا دَجَعَ وَ جَدَ فِراشَہٗ لم یَبْرُدْ مِنْ اَثَرِ النَّوْمِ وِ قِیْلَ: اِنَّ غُصنَ شجرۃٍ اَصَابہٗ بعمامتہٖ فی ذِھابہٖ فَلَمَّا رَجَعَ وَجدَہٗ بَعْدُ یَتَحَرَّکُ۔ بعض آثار میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب معراج شریف سے واپس آئے تو دیکھا کہ آپ کا بستر جو نیند کی وجہ سے گرم ہوا تھا ابھی تک گرم ہے ٹھنڈا نہیں ہوا اور جب آپ چلے تھے تو آپ کے عمامہ شریف سے درخت کی شاخ چھو گئی تھی جب واپس آئے تو دیکھا کہ وہ ابھی حرکت کر رہی ہے۔

(روح المعانی جلد ۱۵ صفحہ ۱۲ مطبوعہ بیروت احیاء التراث العربی)

شائد شاخِ شجر کی حرکت کو ہمارے ہاں واعظین کُنڈا ہلتے رہنے سے تعبیر کرتے ہیں اور کہا جاتا ہے۔

کنڈا بھی رہا ہلتا بستر بھی رہا گرم
اک پل میں سرِ عرش گئے آئے محمد (ﷺ)

معراج شریف رات میں کیوں ہوئی؟

سوال ہے کہ معراج شریف دن کے اجالے میں ہونی چاہیے تھی تا کہ سب منکرین دیکھ لیتے اور ان کے لئے مجالِ انکار نہ رہتی اور اہل ایمان کا ایمان اور مضبوط ہو جاتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پھر تو اللہ کو غیب نہیں ہونا چاہیے تھا جنت و نار فرشتے اور عذاب قبر وغیرہ کوئی چیز مخفی نہیں ہونی چاہیے تھی تا کہ کسی منکر کو مجالِ انکار نہ رہے مگر نہیں، بات دراصل یہ ہے کہ اللہ کے ہاں ایمان بالغیب کا اعتبار ہے۔ "یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ" (بقرہ: ۳) معجزۂ معراج چونکہ سب سے بڑا معجزہ ہے، ایسا معجزہ کسی نبی کو نہ دیا گیا بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ایک ہی بار جسم و روح کے ساتھ معراج کروائی گئی، اس لیے اُسے مخفی رکھا گیا تا کہ آزمایا جائے کہ کون اسے مانتا ہے کون نہیں مانتا چنانچہ نہ ماننے والے ابوجہل و ابولہب بن گئے اور ماننے والے صدیق اکبر و فاروق اعظم کا منصب پا گئے۔ آگے ہم لکھ رہے ہیں کہ اسی موقع پر حضرت ابوبکر کو لقب صدیق دیا گیا کہ انہوں نے سب سے پہلے معجزۂ معراج کی تصدیق کی۔

رات میں معراج ہونے کی یہ حکمت بھی ہے کہ یہ خلوت و اختصاص کا وقت ہے اگر کوئی بادشاہ رات میں کسی مصاحب کو اپنے پاس بلاتا ہے تو اس سے اس مہمان اور اس کی ملاقات کی خصوصی اہمیت ظاہر ہوتی ہے اسی لیے اللہ نے انبیاء و اولیاء پر خصوصی انعامات رات ہی کے وقت میں فرمائے اور لیلۃ القدر اور لیلۃ البرأت کی عظمت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ رحمتِ الٰہیہ کی خصوصی بارشیں رات ہی میں ہوتی ہیں۔

ہے نور کی تجلی گہری اندھیریوں میں
بکتا ہے رات ہی کو سودا تری گلی میں
تختِ سکندری پر وہ تھوکتے نہیں ہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تری گلی میں

مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

اب بتایا جا رہا ہے کہ اللہ نے اپنے بندۂ خاص کو یہ سیر کہاں سے کہاں تک کروائی تو فرمایا کہ یہ مسجد حرام یعنی بیت اللہ شریف سے مسجد اقصیٰ تک تھی جسے بیت المقدس بھی کہا جاتا ہے۔

یاد رہے کہ سیر معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین حصے ہیں۔

اول:

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اسے سیر زمینی اور اسراء کہا جاتا ہے۔

دوم:

مسجد اقصیٰ سے ساتویں آسمان تک اسے سیر آسمانی اور معراج کہا جاتا ہے۔

سوم:

ساتویں آسمان سے بارگاہِ صمدیت تک، اسے سیر لامکانی اور اعراج کہا جاتا ہے۔

پہلے حصے کا منکر کافر ہے کیونکہ اللہ نے "مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا" کہہ کر اس پر قرآن کی نص کر دی، دوسرے حصہ کا منکر گمراہ و بدبدین ہے کیونکہ ساتویں آسمان تک آپ کا جانا اور ہر آسمان میں مختلف انبیاء سے ملنا کثیر احادیث صحیحہ صریحہ میں وارد ہے اور صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے اسے روایت کیا ہے۔ جن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

سیدنا عمر فاروق، سیدنا علی المرتضیٰ، ام المؤمنین سیدہ عائشہ، انس بن مالک، شداد بن اوس، مالک بن صعصعہ، ابوذر غفاری، ابن عباس، ابوحبہ انصاری، ابوہریرہ، ابویعلی، عبداللہ بن مسعود، ام ہانی، عمرو بن شعیب، ابوسعید خدری، ابی بن کعب، بریدہ اسلمی، جابر بن عبداللہ، ابوایوب انصاری، سعد بن ابی وقاص، ابودرداء، عبداللہ بن عمر اور اسماء بنتِ ابی بکر صدیق، حذیفہ بن یمان، عبدالرحمٰن بن قرط، عبداللہ بن عمرو، ابوامامہ، سمرہ بن جندب، ابوحمراء، صہیب رومی رضی اللہ عنہم وارضاہم۔

(تفصیل کے لئے درمنثور اور ابن کثیر دیکھیں)

یہ تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جلیل القدر جماعت ہے جنہوں نے معراج آسمانی سے امت کو آگاہ کیا اور ان سے تابعین کی ایک بڑی جماعت نے اسے آگے نقل کیا اور محدثین کرام نے اسے اپنی کتابوں میں درج کیا۔ اتنی بڑی جماعت کی روایت کا انکار

سخت گمراہی و بددینی ہے تاہم کفر نہیں۔ کیونکہ یہ تمام احادیث اپنی اپنی جگہ خبر واحد ہیں جس کا منکر کافر نہیں کہلا سکتا۔

تیسرے حصے کا منکر گمراہ نہیں کیونکہ یہ حصہ بعض روایات غیر معروفہ سے ثابت ہے جن کا مان لینا باعثِ ازدیادِ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور نہ ماننا باعثِ گمراہی نہیں تاہم ایسے شخص کو بزرگوں نے جاہل و محروم کہا ہے۔

(مدارج النبوت جلد اول بیان اسراء و معراج صفحہ ۲۶۹)

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں اس جگہ صرف پہلا حصہ بیان فرمایا کیونکہ اگر دوسرا یا تیسرا حصہ بیان کیا جاتا تو کفار مکہ نہ صرف اس کا شدید انکار کرتے بلکہ بہت سا مذاق اڑاتے، اس لیے پہلا حصہ بیان کر کے انہیں دعوتِ فکر دی گئی کیونکہ انہوں نے مسجد اقصیٰ دیکھی ہوئی تھی وہ بغرضِ تجارت اکثر شام و فلسطین کا سفر کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے فوراً نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال اٹھایا کہ اگر آپ آج رات مسجد اقصیٰ گئے ہیں تو ہمیں اس کے دروازوں اور کھڑکیوں کی تعداد بتائیے۔ چنانچہ حدیث مسلم کے مطابق آپ کے سامنے بیت المقدس لا کر رکھ دیا گیا اور آپ دیکھ دیکھ کر اس کے دروازے بتاتے رہے جس سے کفار کے منہ بند ہو گئے، علاوہ ازیں انہوں نے پوچھا کہ اگر آپ آج رات مسجد اقصیٰ گئے ہیں تو کیا آپ نے ہمارا قافلہء تجارت دیکھا ہے جو شام گیا تھا اور یہ کہ وہ کب واپس آئے گا تو آپ نے بتا دیا کہ ہاں دیکھا ہے اور وہ فلاں دن طلوعِ آفتاب کے وقت آ جائے گا چنانچہ وہ اسی دن اسی وقت پہنچ گیا اور کفار کے لیے کوئی مجالِ انکار نہ رہی، تب آپ نے بتایا کہ میں آج رات مسجد اقصیٰ سے آگے آسمانوں میں بھی گیا ہوں، لیکن اب کفار کو اس کا مذاق اڑانے کی ہمت نہ رہی تھی اور انہوں نے یہ کچھ خاموشی سے سن لیا کیونکہ زمینی سفر کی صداقت نے ان کے منہ بند کر دیئے تھے۔

الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ

وہ مسجد اقصیٰ جس کے گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ①

بے شک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے ②

(بقیہ سابقہ صفحہ) مسجد اقصیٰ کو مسجد اقصیٰ (یعنی دور والی مسجد) اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مسجد حرام سے بہت دور ہے۔ دونوں کے درمیان قریباً چالیس دن کی مسافت ہے اور یا اس لئے کہ نزولِ قرآن کے وقت اس سے آگے کوئی مسجد نہ تھی اس لیے اسے دور والی مسجد کہہ کر پکارا گیا۔ (خازن، بغوی کبیر وغیرہ)

☆———————☆

● الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ

اللہ نے فرمایا مسجد اقصیٰ وہ ہے جس کے گرد ہم نے برکتیں رکھی ہوئی ہیں۔ وہ برکتیں کیا ہیں؟ امام بغوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

بِالْاَنْهَارِ وَالْاَشْجَارِ وَالثِّمَارِ و قال مجاهدٌ سَمَّاهُ مبارکاً لِاَنَّهٗ مَقَرُّ الْاَنبیاءِ

مسجد اقصیٰ کے گرد اللہ نے نہروں درختوں اور پھلوں کی برکتیں رکھی ہیں اور حضرت مجاہد تابعی فرماتے ہیں اس جگہ کو اس لیے برکت والی فرمایا گیا کہ یہ انبیاء کرام کا جائے قرار ہے۔ (تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۱۲۷) یہی امام خازن، علامہ آلوسی، امام رازی اور دیگر آئمہ نے بیان فرمایا ہے۔

امام قرطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

وَ قِیلَ: لِمَنْ دُفِنَ حَولَهٗ مِنَ الْاَنبیاءِ وَالصَّالِحِیْنَ۔

اور کہا گیا ہے کہ مسجد اقصیٰ کے گرد برکتوں سے مراد وہ انبیاء واولیاء اللہ مراد ہیں جو

اس کے آس پاس دفن کیے گئے ہیں (یعنی ان کے مزارات ومقابر مقامات برکت ہیں)۔
(تفسیر قرطبی جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۲)

لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ

اللہ نے فرمایا ہم نے اپنے بندۂ خاص محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس لیے سیر معراج کروائی تاکہ ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں۔

شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کیا نشانیاں دیکھیں؟

پہلے آپ کو بیت المقدس لایا گیا۔ وہاں سب انبیاء سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان کی امامت فرمائی، پھر آپ کو پہلے آسمان پر لے جایا گیا وہاں آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر دوسرے آسمان پر عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی۔ یوں آپ نے ساتوں آسمانوں پر مختلف انبیاء سے ملاقات فرمائی۔ یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں کہ ان سب انبیاء کو آپ زمین پر بیت مقدس میں چھوڑ کر آئے اور وہ آپ سے پہلے آسمانوں پر آپ کے استقبال کو موجود تھے حالانکہ آپ بھی آسمانوں پر پلک جھپکنے میں پہنچ گئے مگر انبیاء اس سے بھی پہلے جا پہنچے۔ کیونکہ آپ براق کی رفتار سے جا رہے تھے اور انبیاء نور نبوت کی رفتار سے۔ پھر آپ نے سدرۃ المنتہیٰ دیکھا۔ اس کی عظمت وشوکت ملاحظہ فرمائی۔ پھر اس کی جڑ سے نکلنے والی نہریں دیکھیں۔ پھر بیت المعمور دیکھا پھر آپ نے جنت کا ملاحظہ کیا اس کی بہار ونعیم دیکھی۔ پھر دوزخ کے طبقات اور ان کے عذابات دیکھے۔ پھر آپ نے بارگاہِ ربوبیت میں حاضری پائی۔ رب العالمین کے دیدار بے حجاب سے آنکھیں روشن کیں، پھر پچاس نمازیں حاصل کیں پھر مسلسل نو بار بارگاہِ صمدیت میں حاضری دے کر پچاس نمازوں سے پانچ کروائیں پھر واپس آئے راستے میں قریش کے قافلے دیکھے اور ان کے مکہ مکرمہ میں پہنچنے کا وقت معلوم کیا۔ پھر واپس بیت ام ہانی میں پہنچے تو بستر کو گرم اور شاخِ شجر کو ہلتے دیکھا۔ پھر قریش مکہ کے واقعہ

معراج سے انکار کرنے پر بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے جبلِ ابوقبیس پر رکھا گیا اور آپ نے اس کے تمام درو دیوار دیکھ کر کفار کے سوالات کے جوابات دیئے۔ یہ تمام اور ایسی ہی دیگر لاتعداد نشانیاں آپ نے شب معراج ملاحظہ فرمائیں۔

اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝

آخر میں اللہ نے فرمایا کہ بے شک اللہ سننے دیکھنے والا ہے۔ اس نے مغفرتِ امت کے لئے اپنے بندۂ خاص محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں سنیں اور تبلیغ دین کے لئے آپ کی شبانہ روز جدو جہد دیکھی تو خوش ہو کر آپ کو وہ عظیم الشان منصب معراج عطا فرمادیا جو کسی اور کو نہ ملا۔

اور مفسرین نے یہ احتمال بھی بیان کیا کہ اِنَّہٗ ھُوَ کی ضمیر واحد غائب، بندۂ خاص محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے۔ جن کا ذکر پیچھے بِعَبۡدِہٖ میں فرمایا گیا۔ (روح المعانی، روح البیان) گویا اللہ نے فرمایا کہ میرے بندۂ خاص محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سننے والے اور دیکھنے والے ہیں لہٰذا ہم نے آپ سے شب معراج جو گفتگو کی وہ انہوں نے سنی اور جو کچھ نشانیاں ہم نے انہیں دکھائیں وہ انہوں نے دیکھیں بلکہ انہوں نے اپنے مالکِ حقیقی اللہ جل مجدہٗ کا یوں دیدار کیا کہ قرآن نے فرمایا:

مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝

کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آنکھ نہ بہکی نہ حد سے بڑھی۔

(نجم:۱۷)

گویا شب اسرا کے دولہا محمد مصطفیٰ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے سمیع ہیں کہ زمین پر اپنی امت کی صلاتیں سنتے ہیں اور سرِ عرش علیٰ اپنے رب کی باتیں سنتے ہیں اور آپ ایسے بصیر ہیں کہ زمین پر اپنی امت کے احوال دیکھتے ہیں اور لامکاں میں اپنے رب کریم کا جمال دیکھتے ہیں۔ اس لئے ''اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝'' فرمایا گیا۔

اس آیت میں معراج کے تینوں حصے مذکور ہیں

اس آیت میں ''مِنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا'' کہہ کر سیر معراج کا زمینی حصہ بیان کیا گیا اور یہ عبارت النص ہے جس کا منکر کافر ہے اور ''لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا'' میں سیر آسمانی کا بیان ہے جس میں آپ نے ساتوں آسمان، وہاں کے فرشتے اور عجائب قدرت، سدرۃ المنتہیٰ، جنت و نار اور دیگر آیاتِ قدرتِ ربانیہ دیکھیں اور انہی کے بارے میں فرمایا گیا:

لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّہِ الۡکُبۡرٰی ۝

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے (سدرۃ المنتہیٰ اور جنت الماویٰ کی صورت میں) اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ (نجم:۱۹)

اور اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝ میں سیر لامکانی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ آپ نے فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی ۝ کی صورت میں بارگاہِ صمدیت میں حاضر ہو کر جو کچھ سنا اور مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝ کی صورت میں جو جلوۂ دیدار الٰہی پایا اس کے ملئے آپ کو السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ کہا گیا لہٰذا معراج کے تینوں حصے اس آیت میں آ گئے۔

بینات القرآن

۱) معراجِ جسمانی کی قرآنی دلیل

کئی لوگ واقعہ معراج کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب قرار دیتے ہیں اس کا رد ہم آگے چل کر تفصیل سے کریں گے۔ سردست اتنا عرض ہے کہ اگر یہ خواب ہوتا تو اللہ اسے اپنی قدرت کے اظہار کے طور پر یوں ذکر نہ فرماتا سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا اللہ رب العزت کا یوں فرمانا کہ پاک ہے وہ رب جس نے اپنے بندے کو راتوں رات سیر کرائی بجائے خود اس بات کی اعلیٰ دلیل ہے کہ معراج کا واقعہ خواب میں نہیں بیداری میں ہوا۔ ورنہ کسی کے خواب میں سیر کر لینے سے قدرت الٰہی کا کچھ اظہار نہیں ہوتا۔

۲) اہمیت عبادت

اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ کہہ کر بتایا گیا کہ شب اسریٰ کے دولہا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ سیر ان کی عبادت کے سبب عطا کی گئی۔ جس سے یہ سبق ملا کہ جو جس قدر عبادت کرتا ہے اسے اس قدر بلندی عطا فرمائی جاتی ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا:

الصلوٰۃ معراج المؤمنین کہ نماز مومن کی معراج ہے

گویا آقا کی معراج یہ ہے کہ وہ عرش اعظم تک پہنچے اور ہماری معراج یہ ہے کہ ہم آپ کی اطاعت کرتے ہوئے عبادت کریں۔

تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

۳) رات کی فضیلت

لَیْلًا فرما کر معراج کا رات میں ہونا بتایا گیا جس سے اشارہ ملتا ہے کہ اللہ اپنے دوستوں کو رات ہی کے پہروں میں بلندی درجات عطا فرماتا ہے اسی لئے رات کے پچھلے پہر نماز تہجد رکھی گئی ہے جس کی عظمت بیان سے باہر ہے۔

۴) مسجد اقصیٰ کی فضیلت

مسجد اقصیٰ کے بارے میں فرمایا گیا بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ اور بلاشبہ یہ مسجد ان تین مساجد میں سے ہے جن کی طرف کثرتِ ثواب کی نیت سے سفر کرنا حدیث میں جائز قرار دیا گیا ہے۔ حضرت میمونہ زوجۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ میں نے آپ سے بیت المقدس کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: بیت المقدس کیا ہی خوب جائے سکونت ہے۔ وہاں ایک نماز ایک ہزار نماز کے برابر ہے، حضرت میمونہ نے پوچھا: اور جو وہاں نہ جا سکے؟ فرمایا: وہ وہاں تیل بطور ہدیہ بھیج دے۔

(درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۳۵)

۵) مقابر صالحین جائے برکت ہیں

تفسیر قرطبی کے حوالہ سے آپ نے پڑھ لیا کہ اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ کہہ کر ان مقابر انبیاء و اولیاء کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو مسجد اقصیٰ کے اطراف میں ہیں۔ ثابت ہوا صالحین کی قبور مقامات برکت ہیں، وہاں حصول برکت کے لئے جانا جائز ہے اور اس میں شک نہیں کہ جہاں بھی کوئی اللہ کا بندہ آرام فرما ہے وہاں اللہ اپنی رحمتیں برکتیں نازل فرماتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں ہے کہ مومن کی قبر اگر وہ صالح ہو تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے۔ لہٰذا حصول برکت کیلئے مزاراتِ اولیاء پر جانا محمود و مستحب ہے۔

واقعہ معراجِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفاصیل

چونکہ واقعہ معراج عظمت وشانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے بڑا مظہر ہے اور مسلمان یہ واقعہ بڑی محبت سے سنتے اور ایمان تازہ کرتے ہیں اس لئے اس کے بیان میں واعظین نے شد و مد سے کام لیا اور اپنی طرف سے منظر کشی کرتے ہوئے کئی اضافات بھی شامل کر دیئے حالانکہ اپنی طرف سے کوئی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور حدیث شریف کے مطابق اس کے مرتکب شخص کو جہنم میں اپنا ٹھکانہ پکا سمجھنا چاہیے۔ اس لئے راقم الحروف بندۂ گناہگار کی کوشش ہوگی کہ جو کچھ حدیث میں واقعہ معراج کی تفصیل ملے خواہ حدیث ضعیف ہو یا کسی معتبر امام کی نقل سے ملے اسے بیان کیا جائے۔

معراج مقامی کا سلسلہ قبل از اعلان نبوت شروع ہو گیا تھا

شیخ محقق، شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ عارفین کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاریج واسراءات کی تعداد چونتیس تک ہے ان میں ایک وہ ہے جو بیداری کے عالم میں جسم کے ساتھ تھا باقی سارے روح کے ساتھ اور عالم

خواب میں تھے۔ (مدارج النبوت جلد اول صفحہ ۲۷۰)

یاد رہے! کہ عالم خواب کے معراجوں کا سلسلہ تو اعلان نبوت سے قبل شروع ہو گیا تھا اور بخاری شریف میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بتاتی ہے کہ ایک بار آپ مسجد حرام میں نزولِ وحی سے قبل محو آرام تھے کہ آپ کے پاس تین فرشتے آئے جن میں ایک جبریل تھے اور آپ کو چاہ زمزم پر لے گئے اور آپ کا سینہ مبارک شق کیا پھر آسمانوں پر لے گئے اور ہر آسمان پر مختلف انبیاء سے ملاقات ہوئی پھر سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے پھر مقام دَنَا فَتَدَلّٰی آیا پھر پچاس نمازیں فرض ہوئیں پھر آپ نے عرض کیا کہ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی تو اللہ نے تخفیف فرما دی پھر آپ بار بار یہ عرض کرتے رہے اور بالآخر پانچ نمازیں رہ گئیں۔ پھر جب آپ خواب سے بیدار ہوئے تو آپ حرم میں تھے۔ (بخاری شریف کتاب التوحید باب ۳۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعلانِ نبوت سے قبل اللہ نے پورا واقعہ معراج اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دکھا دیا تھا اور آپ جان گئے تھے کہ ایک دن آئے گا جب اللہ آپ کو واقعتاً آسمانوں پر بلائے گا اور پچاس نمازیں فرض فرمائے گا پھر وہ پانچ رہ جائیں گی اور آپ جان گے ء تھے کہ آپ صاحبِ امت رسول کہلائے جائیں گے اس حدیث بخاری سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چالیس برس تک اپنے نبی ہونے کی کچھ خبر نہ تھی۔

بہر حال پہلے اللہ رب العزت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں معراج کا منظر دکھاتا رہا تا کہ جب آپ بیداری میں سیر معراج پر نکلیں تو آپ پر اس کی کچھ ہیبت نہ ہو۔ آپ کا سینہ مبارک شق کیا جائے تو آپ مطمئن اور پرسکون رہیں آپ کو آسمانوں پر لے جایا جائے اور جنت و نار دکھائی جائیں تو آپ ہر جگہ پرسکون اور شاداں وفرحاں رہیں۔

معراج جسمانی کی تاریخ

آخر وہ ساعتِ سعیدہ آگئی جب آپ اپنے بدن کے ساتھ حالتِ بیداری میں معراج پر تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ کب ہوا اس بارے میں اختلاف ہے۔ ملا امین عمری نے شرح ذات الشفا میں فرمایا کہ یہ واقعہ بعثت کے بارہ برس بعد (ہجرت سے ایک برس قبل) ظہور پذیر ہوا اور علامہ ابن حزم نے اس پر دعویٰ اجماع کیا ہے۔

(روح المعانی جلد ۱۵ صفحہ ۶)

اسی طرح معراج کس ماہ میں ہوا؟ اس میں بھی اختلاف ہے امام حربی فرماتے ہیں یہ ستائیس ربیع الثانی کا دن تھا تاہم مشہور یہی ہے کہ ستائیس رجب کی تاریخ تھی۔ امام نووی نے بھی کتاب الروضہ میں اس پر زور دیا ہے کہ وہ رجب کا مہینہ تھا اور دن کونسا تھا اس بارے میں اکثر روایات شب جمعہ کی ہیں اور امام دمیری نے ابن اثیر کے حوالے سے لکھا کہ وہ کہتے ہیں: میرے نزدیک صحیح تر یہی ہے کہ وہ پیر کی رات تھی امام ابن منیر نے بھی یہی قول پسند کیا ہے۔ (روح المعانی جلد ۱۵ صفحہ ۷)

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک اکاون برس نو ماہ اٹھائیس دن تھی۔

(روح المعانی)

واقعۂ معراج کے ہجرت سے قلیل عرصہ قبل ظہور پذیر ہونے کی حکمت یہ ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہ برس تک مکی زندگی میں تبلیغ دین کے لئے مصائب برداشت کیے، تکلیفیں جھیلیں اور صدمے اٹھائے تو اللہ نے اس کے صلہ میں آپ کو وہ عظمت عطا کر دی جس کی مثال لانا ناممکن ہے یہ اسی طرح ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے امتحانات اور آزمائشوں سے گذارا جب وہ ہر آزمائش میں پورے اترے تو اللہ نے فرمایا:

"اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا"

کہ اے ابراہیم! میں آپ کو تمام انسانوں کا امام بنا رہا ہوں (بقرہ: ۱۲۴)

اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راہِ حق میں آنے والی ہر آزمائش میں سرخرو و کامیاب اترے تو اللہ نے آپ کو عرش سے بلند تر مقام عطا فرمادیا۔

آنجا نہ کس رسد تو آنجا رسیدہ ای
و آں کہ کس نہ دید تو آں را بدیدہ ای

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ قرب الٰہی اور بلندی درجات پانے کے لئے تکالیف اٹھانا پڑتی اور مصائب جھیلنا پڑتے ہیں۔ یہ چیز ان بلند بانگ دعویدارانِ ولایت کے لئے درسِ عبرت ہے جو مریدین کے نذرانوں سے نئی سے نئی کوٹھی تعمیر کرتے اور اعلیٰ سے اعلیٰ کار خریدتے اور زیادہ سے زیادہ دنیا سمیٹتے ہوئے لقمۂ اجل بن جاتے ہیں اور دین کے لئے کوئی تکلیف اٹھانا تو درکنار اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے وہ حضرت مجدد الف ثانی داتا علی ہجویری، سیدنا غوث اعظم اور معین الدین چشتی اجمیری علیہم الرحمہ جیسے لوگ دنیا سے چلے گئے جو تحفظ دین کے لئے حکومتوں سے ٹکرا جاتے اور جابر و ظالم بادشاہوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمۂ حق کہتے تھے اور اس کے لئے جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہ رکھتے تھے۔

بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
امتی باعثِ رسوائی پیغمبر ہیں

شب معراج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس جگہ محو آرام تھے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات احادیث کے مطابق نماز عشاء ادا فرمائی اور جلدی سو جانے کا ارادہ فرمایا۔ (درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۹)

اس وقت اگرچہ نماز پنجگانہ ابھی فرض نہ ہوئی تھی مگر پھر بھی آپ سونے سے قبل دعا و التجا اور تسبیح و تہلیل کر کے سویا کرتے تھے اس کو حدیث میں نماز عشاء سے تعبیر کیا

گیا۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا اور ایک روایت میں حضرت قتادہ راوی حدیث کہتے ہیں کہ فرمایا: میں حجر میں لیٹا ہوا تھا (بخاری کتاب مناقب الانصار باب ۴۲) جب کہ سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا (جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سگی ہمشیرہ ہیں) فرماتی ہیں کہ جس رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج شریف کروایا آپ میرے گھر میں آکر سوئے تھے۔ آپ نے نمازِ عشاء پڑھی پھر آپ بھی سو گئے اور ہم بھی سو گئے۔ صبح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات میں بیت المقدس میں گیا تھا وہاں میں نے نماز پڑھی اور راتوں رات واپس آ گیا..........

(تفسیر ابن جریر طبری جلد ۸ صفحہ ۴ مطبوعہ دار الکتب بیروت)

ان احادیث میں اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ ابتدائی حصہ رات میں آپ حطیم یا حجر میں لیٹے تھے (حجر کعبہ کی مغربی سمت کا نام ہے) (النہایہ لابن اثیر جلد اول صفحہ ۲۹۰) پھر وہاں سے بیت ام ہانی میں تشریف لے آئے تو بعض احادیث میں حطیم کا ذکر آ گیا اور بعض میں بیتِ ام ہانی کا اور ام ہانی کا گھر حطیم کے قریب ہی تھا۔

(مواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۲۳)

شبِ معراج آپ جس کمرے میں سوئے تھے اس کی چھت میں شگاف کیا گیا

جب آپ حضرتِ اُم ہانی کے گھر آ کر لیٹ گئے تو فرشتے آپ کے پاس آئے اور دروازے میں سے داخل ہونے کی بجائے چھت میں شگاف کر کے وہاں سے داخل ہوئے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میں مکہ میں تھا تو میرے گھر (یعنی جہاں میں لیٹا تھا) کے چھت میں شگاف کیا گیا پھر جبریل (علیہ السلام) اترے اور میرا سینہ شق کیا پھر اسے زمزم سے

دھویا پھر وہ مجھے آسمانوں کی طرف لے گئے..........

(بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ باب اول، مسلم کتاب الایمان حدیث ۲۶۳)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے واقعہ معراج کے آغاز میں اس طرح مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ عِشَاءً بِالْمَسْجِدِ الحرام اِذْ اَتَانِی اٰتٍ فَاَیْقَظَنِی فَاسْتَیْقَظْتُ۔ میں ایک بار رات کو مسجد حرام میں سویا تھا کہ میرے پاس ایک آنے والا آیا اس نے مجھے جگایا تو میں بیدار ہو گیا پھر میں نے براق دیکھا۔

(در منثور بروایت ابن جریر، ابن ابی حاتم، بیہقی وغیرہ جلد ۵ صفحہ ۱۹۵)

اس حدیث سے ان لوگوں کا رد ہو گیا جو معراج کو خواب کا قصہ قرار دیتے ہیں۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرما دیا کہ مجھے کسی نے آکر جگایا تو میں جاگ گیا۔ تو پھر معراج کو قصہء خواب کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

سبحان اللہ! قربان جائیں، اُدھر موسیٰ علیہ السلام ہیں کہ اپنے رب سے ملنے کو طور پر چل کر جاتے ہیں اور وہاں چالیس روز عبادت و ریاضت کا چلہ کاٹتے ہیں تب شرفِ ہم کلامی نصیب ہوتا ہے مگر دیدار پھر بھی حاصل نہیں ہوتا۔ ادھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو محوِ خواب ہیں اور فرشتے آکر جگاتے اور براق پر بٹھا کر سرِ عرش لے جاتے ہیں۔

چنانچہ آپ جاتے ہیں اور اللہ سے شرفِ گفتار و دیدار حاصل کر کے لوٹتے ہیں۔

یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمت خبر یہ لایا کہ چلئے حضرت!
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے
تبارک اللہ ہے شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لَنْ تَرَانِی کہیں تقاضے وصال کے تھے

چھت میں شگاف کئے جانے کی ایک حکمت یہ ہے کہ جب چھت پھاڑ کر اسے پھر پہلے کی طرح ملا دیا گیا تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھایا گیا کہ آج کی رات آپ کے لئے آسمانی طبقات اسی طرح پھاڑے اور بعد میں دیئے جائیں گے اور آج کی رات آپ کے استقبال کیلئے سارے انبیاء اپنے جسموں کے ساتھ اپنی قبروں سے نکل کر آئیں گے اور آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور واپس قبروں میں جا لیٹیں گے اور ان کی قبریں پھر پہلے کی طرح ایسے ہی مل جائیں گی جیسے یہ چھت پھٹنے کے بعد مل گیا ہے۔

اور چھت میں شگاف کر کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کی طرف سے یہ پیغام بھی دیا گیا کہ اے پیارے حبیب آج کی رات شبِ وصال ہے درمیان سے سب پردے ہٹا دیئے گئے ہیں حتیٰ کہ چھت کا مادی پردہ بھی ختم ہے۔ آج رحمت خدا آپ پر آسمان سے براہِ راست برس رہی ہے۔

حطیم کعبہ میں لیٹے ہیں سرور عالم
وہ فخر حضرتِ حوا وہ نازش آدم
وہ پیشوائے زمانہ وہ ہادیٔ اکرم
وہ ماہتابِ نبوت وہ نیرِ اعظم
شعاعیں نور کی اٹھتی ہیں فرش سے پیہم
جنہیں فلک کے ستارے سلام کہتے ہیں

اس جگہ واعظین بیان کرتے ہیں کہ جبریل امین علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سوئے پایا تو پریشان ہوئے کہ آپ کو کیسے جگایا جائے۔ آخر اللہ سے عرض کیا، اللہ نے فرمایا: اے جبریل! ہم نے تمہارے ہونٹ کافوری بنائے ہیں اور یہ آج کی رات ہی کیلئے ایسے بنائے گئے ہیں۔ کافور ٹھنڈا ہوتا ہے: فَقَبِّلْ قَدَمَيْهِ اے جبریل جھک کر میرے رسول کے قدموں کو بوسہ دے دو، وہ جاگ جائیں گے۔ جبریل مجھے

کیوں نیند سے اٹھایا گیا ہے، تو انہوں نے دست بستہ عرض کیا۔ میری کیا مجال کہ آپ کو اٹھاؤں: اِنَّ رَبَّكَ لَيَشْتَاقُ اِلَيْكَ آپ کا رب آپ سے ملنے کو بیتاب ہے۔

مگر یہ حکایت راقم الحروف کو حدیث کی کسی معتبر کتاب میں نظر نہیں آئی، یہ صرف واعظین کی تقریروں اور تحریروں میں ملتی ہے جسے وہ بغیر کسی حوالے (Reference) کے بولتے جاتے ہیں۔ غالب گمان یہی ہے کہ یہ قصہ گویا لوگوں کا صدری نسخہ ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جھوٹی حدیث منسوب کرنا اپنے لئے جہنم میں جگہ پکی کرنا ہے۔ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔ جس نے میری طرف جان بوجھ کر جھوٹی بات منسوب کی اسے جہنم میں اپنی جگہ پکی سمجھنی چاہیے۔

(بخاری کتاب العلم باب ۳۸، مسلم کتاب الایمان حدیث ۱۱۲)

ہاں اگر اس مضمون کی کوئی حدیث کسی صاحب کو ملے خواہ وہ ضعیف سند کے ساتھ ہو وہ مجھ گناہگار تک ضرور پہنچائے مگر اس کی امید کم ہے لہٰذا ایسی باتوں کے بیان سے اجتناب ضروری ہے۔

شبِ معراج صدرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شق کیا جانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس رات کا واقعہ بتایا جب آپ کو معراج کروائی گئی تو فرمایا میں حطیم میں یا بقولِ قتادہ حجر میں لیٹا ہوا تھا کہ میرے پاس آنے والا آیا، اس نے میرا سینہ یہاں سے یہاں تک شق کیا۔ آپ نے گلے سے ناف تک کی طرف اشارہ کیا، پھر اس نے میرا دل نکالا پھر سونے کا ایک تھال جو ایمان سے بھرا ہوا تھا لایا گیا، پھر میرا دل دھویا گیا اور اسے (ایمان سے) بھرا گیا۔

(بخاری شریف کتاب مناقب الانصار باب ۴۲)

یہی حدیث مسلم نے ان الفاظ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: پھر میرے پاس سونے کا تھال لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا تھا پھر میرا سینہ گلے سے پیٹ تک کھولا گیا، پھر اسے زمزم سے دھویا گیا پھر اسے ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا۔

(مسلم شریف کتاب الایمان حدیث ۲۶۵)

اسی طرح بخاری میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میرے گھر کا چھت پھاڑا گیا، پھر جبریل اترے میرا سینہ کھولا پھر اسے زمزم سے دھویا وہ ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھال لے آئے اور اسے میرے سینے میں انڈیل دیا، پھر میرا سینہ بند کر دیا۔

(بخاری کتاب الحج باب فضیلتِ زمزم ۷۶)

شب معراج سرکار کا سینہ مبارک اس لئے شق کیا گیا اور اس میں ایمان وحکمت بھرا گیا تا کہ ملاء اعلیٰ اور عالم سماوات کے مشاہدہ سے آپ پر کوئی رعب طاری نہ ہو اور کوئی دشواری نہ آئے۔

یادرہے! سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک تین بار شق کیا گیا اور اس میں ایمان اور نور بھرا گیا۔ پہلی بار اس وقت جب آپ عالم طفولیت میں سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر قبیلہ بنو سعد میں تشریف فرما تھے۔ آپ کی عمر مبارک اس وقت پانچ برس تھی۔ اس وقت شقِ صدر کے دوران آپ کے قلب مبارک سے خون کا ایک سیاہ لوتھڑا نکالا گیا۔ (مسلم شریف کتاب الایمان حدیث ۲۶۱) اور یہ لوتھڑا ہر انسان کے دل میں ہوتا ہے اور شیطانی وساوس قبول کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے آنکھیں دیکھتی اور کان سنتے ہیں۔ جب اس کو آپ کے قلب مبارک سے نکالا گیا تو آپ کے قلب مبارک میں کسی شیطانی وسوسہ کا دخول ناممکن ہو گیا۔ (شرح شفا ملا علی قاری جلد اول صفحہ ۳۷۴)

بعض وارثانِ علوم نبوت اولیاء کاملین کو بھی اطاعت رسول کے صلہ میں یہ مقام ملتا ہے کہ حالت بیداری یا خواب میں بذریعہ قے ان سے ایک سیاہ خون خارج ہوتا ہے پھر

وہ شیطانی وساوس سے محفوظ کر دیئے جاتے ہیں اور عبادت ان کے لئے مثل عادت بن جاتی ہے۔ (روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۰۷)

دوسری بار پہلی وحی کے نزول سے قبل چالیس برس کی عمر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شقِ صدر کیا گیا تا کہ آپ کا قلب مبارک وحی الٰہی کا ثقلِ ثقیل برداشت کر لے۔ اور یہ وہ ثقل ہے کہ اگر قرآن پہاڑوں پر اتارا جاتا تو وہ ہیبتِ الٰہی سے پاش پاش ہو جاتے۔

اور تیسری بار شب معراج شق صدر کیا گیا جب آپ کی عمر مبارک قریباً باون ۵۲ برس تھی۔

شقِ صدر اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یادرہے! روح کا مرکز دل ہے۔ جب تک روح دل میں ٹھہری ہے وہ حرکت کر رہا ہے، جب نکل جاتی ہے تو وہ حرکت بند کر دیتا ہے اور ڈاکٹرز انسان کی موت کی تصدیق کر دیتے ہیں اور اگر سینے سے دل نکل جائے تو انسان کا زندہ رہنا ناممکن ہے۔ مگر قربان جائیں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک شق کیا گیا پھر دل نکالا گیا اور اس میں شگاف دے کر اس سے خون کا لوتھڑا نکالا گیا۔ لیکن آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آپ کا سینہ کھولا جا رہا ہے، دل نکالا جا رہا ہے پھر اس میں شگاف کر کے خون کا لوتھڑا نکالا جا رہا ہے، اور آپ مطمئن ہیں۔ معلوم ہوا آپ کی زندگی روح وقلب کی محتاج نہیں جب دل نکل جانے کے باوجود آپ زندہ ہیں تو روح نکل جانے سے آپ پر موت کیسے طاری ہو سکتی ہے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا براق پر سوار ہونا

زمزم سے سینۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دھوئے جانے کے بعد آپ کو

براق پر سوار کیا گیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اُتِیتُ بِالبُرَاقِ وَ ھُوَ دَابۃٌ اَبیَضُ طویلٌ فوقَ الحِمَارِ و دونَ البَغلِ یَضَعُ مَا مِزۃٗ حِینَ مُنتھٰی قَدَمِہٖ فَرَکِبتُہٗ حتّٰی اَتَیتُ بیتَ المقدسِ۔

میرے پاس براق لایا گیا وہ سفید رنگ کا ایک لمبا جانور ہے گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا وہ اس جگہ اپنے قدم رکھتا ہے جہاں اس کی نظر پڑتی ہے۔ تو میں اس پر سوار ہوا اور بیت المقدس پہنچا۔ (مسلم شریف کتاب الایمان حدیث ۲۵۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذان سکھانا چاہی تو آپ کے پاس جبریل امین ایک جانور لے کر آئے، جسے براق کہا جاتا ہے۔ آپ اس پر سوار ہونے لگے تو وہ کچھ اچھلا (خوشی سے ناز میں آیا)۔ جبریل علیہ السلام نے اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا: اے براق سکون کرو! قسم ہے اللہ کی، آج تک تجھ پر کوئی ایسا شخص سوار نہیں ہوا جو اللہ کے ہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر معزز ہو، تو آپ اس پر سوار ہو گئے۔ (درمنثور بروایت مسند بزار جلد ۵ صفحہ ۲۱۹)

یاد رہے! رسول اللہ لی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا براق پر سوار کیا جانا محض آپ کے اعزاز و اکرام کے لئے ہے ورنہ اس کی کچھ احتیاج نہ تھی۔ رسول اللہ لی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوتِ روحانی سے جہاں چاہیں جا سکتے ہیں مگر اللہ نے چاہا کہ اپنے حبیب کو ایک شاندار سواری پر سوار کیا جائے، ساتھ میں فرشتے بطور خدام ہوں اور آپ کو انتہائی عزت و افتخار کے ساتھ لایا جائے۔ جیسے اگر کسی بادشاہ نے اپنے انتہائی معزز مہمان کو دعوت دینی ہو تو اس کے لئے اعلیٰ سواری بھیجتا ہے اور اپنے خصوصی اور اہم تر ارکانِ سلطنت کو ساتھ کرتا ہے تا کہ وہ معزز مہمان کو سر آنکھوں پر بٹھا کر لائیں چنانچہ رسول اللہ لی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے ہی لایا گیا۔

باغِ عالم میں بادِ بہاری چلی
سرورِ انبیاء کی سواری چلی
یہ سواری سوئے ذاتِ باری چلی
ابرِ رحمت اٹھا آج کی رات ہے
حُسنِ ذوقِ طلب ہر قدم ساتھ ہے
دائیں بائیں فرشتوں کی بارات ہے
سر پہ نورانی سہرے کی کیا بات ہے
شاہ دولہا بنا آج کی رات ہے

شبِ معراج بیتِ المقدس کے راستے میں پیش آمدہ واقعات

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ لی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس رات مجھے معراج کروائی گئی میرے پاس ایک جانور لایا گیا جو خچر سے مشابہ تھا اسے براق کہتے ہیں اور مجھ سے پہلے انبیاء بھی اس پر سوار ہوتے تھے۔ میں اس پر سوار ہوا وہ مجھے لے کر چلا جہاں اس کی نظر پڑی تھی وہاں اس کے قدم پڑتے تھے، پھر میں نے دائیں طرف سے آواز سنی۔ اے محمد ٹھہرو میں نے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔ میں چلتا رہا میں نے اس پر کچھ توجہ نہ دی۔ پھر میں نے بائیں طرف سے آواز سنی اے محمد ٹھہرو، میں نے تم سے کچھ پوچھنا ہے مگر میں چلتا رہا میں نے کچھ توجہ نہ دی پھر میرے سامنے ایک عورت آ گئی جو تمام دنیوی زینت سے آراستہ تھی۔ وہ ہاتھ اٹھا کر کہنے لگی اے محمد ٹھہرو میں نے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔ مگر میں نے کچھ توجہ نہ دی اور چلتا رہا تا آنکہ بیت المقدس جا پہنچا۔ وہاں میں نے نماز پڑھی تو مجھ سے حضرت جبریل کہنے لگے: آپ نے راستہ میں کیا دیکھا تھا؟ میں نے کہا: میں نے اپنے دائیں طرف سے آواز سنی تھی کہ اے محمد ٹھہر میری بات سنو، مگر میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ جبریل

نے کہا، وہ یہود کا داعی تھا اگر آپ اس کی آواز پر ٹھہر جاتے تو آپ کی امت یہودیت کی طرف مائل ہو جاتی۔ میں نے کہا: پھر میں نے اپنے بائیں طرف سے ایسی ہی آواز سنی تھی۔ جبریل نے کہا: وہ عیسائیت کا داعی تھا اور اگر آپ اس کی آواز پر ٹھہرتے تو آپ کی امت عیسائی ہو جاتی۔ میں نے کہا: پھر ایک عورت پوری زینتِ دنیا کے ساتھ میرے سامنے آئی اور مجھے ٹھہرا کر مجھ سے بات کرنا چاہتی تھی مگر میں نے اس کی بات نہ سنی، جبریل نے کہا وہ دنیا تھی جو آپ کے سامنے اپنی زینت کے ساتھ آئی اور اگر آپ اس کی طرف متوجہ ہو جاتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر مقدم کر لیتی ہے۔

(تفسیر ابن جریر طبری جلد ۸ صفحہ ۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امتِ محمدیہ کی غالب اکثریت اپنے بنیادی اسلامی عقائد پر ہمیشہ قائم رہے گی۔ ان میں یہودیت وعیسائیت والی ضلالت اور کفر وشرک کو کبھی راہ نہ ملے گی۔ اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ کی قسم مجھے اپنی امت کے بارے میں یہ خطرہ ہرگز نہیں کہ وہ شرک میں مبتلا ہو جائے گی۔

(بخاری کتاب الجنائز)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک جگہ حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا: یہاں اتر کر نماز پڑھ لیں میں نے اتر کر نماز (دو رکعت نفل) ادا کی۔ انہوں نے کہا: کیا آپ جانتے ہیں آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ پھر خود ہی بتایا کہ آپ نے سرزمینِ طیبہ (مدینہ طیبہ) میں نماز پڑھی ہے، اس جگہ آپ ہجرت کر کے آئیں گے، پھر ایک جگہ جبریل نے کہا: اس جگہ بھی اتر کر آپ نماز پڑھ لیں، تو میں نے اتر کر نماز پڑھی، جبریل نے کہا: آپ کو معلوم ہے آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ آپ نے طور سیناء پر نماز پڑھی ہے جہاں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی تھی۔ پھر ایک جگہ انہوں نے کہا: یہاں اتر کر نماز پڑھیں۔

میں نے اتر کر نماز پڑھی، پھر وہ کہنے لگے: کیا آپ جانتے ہیں آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ آپ نے بیتِ لحم میں نماز پڑھی ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔

(نسائی شریف کتاب الصلوٰۃ باب اول)

اس حدیث میں سرزمین مدینہ طیبہ میں اترنا اور نماز پڑھنا اس لئے تھا تا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جائے ہجرت سے تعارف ہو جائے اور طور سینا پر اتر کر نماز پڑھنے میں حکمت یہ تھی کہ آپ اس مقام شکر پر غور فرمائیں کہ اس جگہ پر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا دیدار حاصل کرنا چاہا مگر حاصل نہ ہو سکا اور یہاں آ کر وہ چالیس روز عبادت کرتے رہے تب شرفِ ہم کلامی بخشا گیا مگر آج آپ پر اس قدر فضل عظیم اور احسانِ عمیم ہوا ہے کہ آپ کو خود رب العالمین نے سر عرش بلایا اور شرفِ دیدار کا وعدہ فرمایا ہے۔ جب کہ بیت لحم جائے پیدائش عیسیٰ علیہ السلام پر نماز پڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو بتانا چاہا کہ جہاں انبیاء کرام علیہ السلام کی ولادت ہو وہ جگہ بابرکت ہے وہاں عبادتِ الٰہی کا ثواب زیادہ ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش کا یہ عالم ہے تو مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا کیا عالم ہوگا۔ آپ تو جہاں لعاب ڈال دیں وہاں برکت ہو جاتی ہے۔ مگر افسوس آج مکہ معظمہ میں مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہرے لگے ہیں کہ خبردار یہاں کوئی دست دعا نہ اٹھائے شرک ہو جائے گا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَرَرْتُ علی مُوسٰی لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِی عِنْدَ الْکَثِیْبِ الاَحْمَرِ وَ هُوَ قَائِمٌ یُصَلِّی فِی قَبْرِهٖ۔

جس رات مجھے معراج کروائی گئی میں سرخ ٹیلے کے قریب موسیٰ علیہ السلام کے

پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔

(مسلم شریف کتاب الفضائل باب ۴۲ فضائل موسیٰ علیہ السلام حدیث ۱۶۴ مطبوعہ ریاض)

دوسری حدیث میں حضرت انس نبی ﷺ کے الفاظ یوں روایت کرتے ہیں:

مررت علی موسٰی و ھو یصلی فی قبرہٖ۔ (مسلم شریف حوالہ مذکورہ)

علاوہ ازیں یہ حدیث نسائی شریف کتاب قیام اللیل باب ۱۰، مسند احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۱۴۸ اور ۲۴۸ میں بھی ہے۔ اور امام سیوطی علیہ الرحمہ کے مطابق اسے طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابن مردویہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔ (درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۱۱)

قبور میں انبیاء کرام کی حیات جسمانی ہے

یہ حدیث صریح دلالت کر رہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں حیاتِ جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں۔ کیونکہ قبر میں تو صاحبِ قبر کا جسم ہوتا ہے اگر جسم کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا ہے تو حیاتِ جسمانی میں کیا شک رہا۔ لہٰذا انبیاء اور شہداء و اولیاء کی حیات بعد الممات میں فرق کرنا پڑے گا۔ شہداء و اولیاء کی یہ حیات برزخی ہے جب کہ انبیاء کی یہ حیات جسمانی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حیاتِ انبیاء حیاتِ حسی و دنیاوی است و احادیث و آثار دراں واقع شدہ و حیات شہداء و مقاتلین فی سبیل اللہ اخروی و معنولسیت۔ انبیاء کرام کی حیات حسّی اور دنیاوی ہے اور اس بارے میں متعدد احادیث و آثار واقع ہیں اور شہداء و مجاہدین فی سبیل اللہ کی حیات اخروی و معنوی ہے۔ (مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۲۴۷)

امام داؤد بن سلیمان بغدادی فرماتے ہیں:

قال الامام البیہقی فی کتاب الاعتقاد، الانبیاء بعد ما قُبِضُوا رُدَّتْ الیہم اَرواحُھُمْ فَغُیِّبُوا عَنّا و اِنْ کُنّا لا نَرَاھُم کالملٰئکۃِ۔

امام بیہقی علیہ الرحمہ کتاب الاعتقاد میں فرماتے ہیں: انبیاء کے وصال کے بعد ان کی ارواح ان کے جسموں میں لوٹا دی گئی ہیں تو وہ ہم سے غائب ہیں فرشتوں کی طرح اور ہم انہیں دیکھ نہیں سکتے۔ (المنحۃ الوہبیہ صفحہ ۵ مکتبہ حقیقت استنبول ترکی)

اس موضوع پر سیر حاصل بحث کے لئے راقم الحروف کی کتاب نبی رحمت اور عقائد اہل سنت دیکھیں۔ جو فرید بک سٹال لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔ انہی دلائل و حقائق کو امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
(اک آن کی)
پھر اس کے بعد ان کی حیات
مثل سابق وہی جسمانی ہے

بیت المقدس میں امامتِ انبیاء

حضرتِ انس رضی اللہ عنہ سے مروی واقعہ معراج میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ، کوہِ طور اور بیت لحم میں نماز ادا کرنے کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

ثُمَّ دَخَلْتُ بَیْتَ الْمَقْدِسِ فَجُمِعَ لِیَ الْاَنبیاءُ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ فَقَدَّمَنِی جِبْرَئِیْلُ حَتّٰی اَمَمْتُھُمْ۔

پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا، وہاں سب انبیاء کرام علیہم السلام میرے لئے جمع کئے گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے مجھے آگے کر دیا چنانچہ میں نے انہیں نماز پڑھائی۔

(نسائی شریف کتاب الصلوٰۃ باب اول صفحہ ۲۱۵۱ مطبوعہ الریاض سعودیہ)

گویا بیت المقدس میں سب انبیاء کو استقبالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے جمع کیا گیا۔ کیا شان ہے محبوب خدا حبیب کبریا سید الانبیاء ﷺ کی، شاعر کہتا ہے:

حرم سے نکلے تو اقصیٰ میں جا قیام کیا
مسافرِ رہِ اسریٰ نے کیا مقام کیا
تمام نبیوں نے بڑھ کر انہیں سلام کیا
بنے وہ مقتدی اور آپ کو امام کیا
سلام پھیرا اور ہر ایک نے یوں کلام کیا
عرب کے چاند یہ تارے سلام کہتے ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ بیت المقدس پہنچ گئے تو جبرئیل نے وہاں پتھر میں انگلی ڈال کر سوراخ کیا اور براق کو اس میں باندھ دیا۔ پھر دونوں صحنِ مسجد میں آ گئے، جبرئیل کہنے لگے: اے محمد! (ﷺ) کیا آپ نے حورعین دیکھنے کے لئے اپنے رب سے درخواست کی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، وہ کہنے لگے: تو آئیں یہ عورتیں دیکھیں اور انہیں سلام کہیں۔ وہ عورتیں اس پتھر کی بائیں جانب بیٹھی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: میں ان کے پاس گیا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ وہ کہنے لگیں: خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿ (یہ قرآن میں جنتی حوروں کا نام ہے جس کا معنی ہے) خوبی و جمال والی عورتیں۔ (الرحمٰن: ۷۰)

ہم ان صالحین کی بیویاں ہیں جن کے دامن پاک رہے داغدار نہ ہوئے، جو حق پر ڈٹے رہے جھکے نہیں اور ابدی زندگی پا گئے جسے فنا نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ بہت سے لوگ (بیت المقدس میں) جمع ہو گئے۔ پھر ایک اذان دینے والے نے اذان کہی اور نماز کھڑی ہوگئی ہم سب نے صفیں بنا لیں اور انتظار کرنے لگے کہ کون امامت کرے۔

فَاَخَذَ جِبْرَئِيلُ بِيَدِي فَقَدَّمَنِي فَصَلَّيْتُ بِهِمْ

تو جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کر دیا چنانچہ میں نے انہیں نماز پڑھائی۔

نماز کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے کہا: اے محمد! (ﷺ) کیا آپ جانتے ہیں آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی؟ میں نے کہا: نہیں، کہنے لگے:

صَلّٰى خَلْفَكَ كُلُّ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ

آپ کے پیچھے ہر اس نبی نے نماز پڑھی ہے جسے اللہ نے دنیا میں مبعوث فرمایا ہے۔

(در منثور بروایت ابن ابی حاتم جلد ۵ صفحہ ۱۸۶)

امامتِ انبیاء اور افضلیتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جس مسجد میں کوئی مستقل امام نہ ہو جیسے کسی مسافر خانہ کی مسجد، وہاں اگر چند لوگ جمع ہو جائیں جیسے مسافرین، تو ان میں سے امامت کا حقدار کون ہے؟ حدیث کے مطابق جوان میں سب سے عالم ہو وہ سب سے بڑھ کر حقدارِ امامت ہے، اگر وہ سب علم میں برابر نظر آئیں تو جو سب سے بہتر قاری ہو وہ حقدار ہے، اگر قرأت میں بھی سب برابر ہوں تو عبادت و زہد میں سب سے زیادہ مقام رکھنے والا حقدارِ امامت ہے۔ اب غور فرمائیں مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کرام جمع ہیں اور ہر کوئی امامت کا خواہش مند بھی ہے، ایسے میں جبرئیل امین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہاتھ سے پکڑ کر مصلیٰ امامت پر کھڑا کر دیتے ہیں اس سے معلوم ہوا ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم و عمل اور عبادت و ریاضت میں سب انبیاء سے افضل ہیں۔ اس لئے کہنا پڑتا ہے۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی
خلق سے اولیاء، اولیاء سے رُسُل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے

ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی

امامتِ انبیاء اور عقیدۂ ختم نبوت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق سب انبیاء سے پہلے ہوئی اور بعثت سب انبیاء کے بعد اس طرح آپ اول بھی ہیں آخر بھی چنانچہ حدیث ہے:

عن ابی ھریرۃ عن رسولِ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم قال: کنتُ اَوَّلَ النَّبِیّیِنَ فِی الْخَلْقِ وَ اٰخِرَھُم فی البِعْثِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تخلیق میں سب انبیاء سے پہلے ہوں (کہ میرا نور سب سے پہلے پیدا کیا گیا) اور بعثت میں سب انبیاء کے بعد۔

(درمنثور بروایت ابن ابی حاکم جلد ۶ صفحہ ۵۷۰ سورۃ الاحزاب)

اس موضوع پر سیر بحث کے لئے راقم الحروف کی کتاب ''ختم نبوت اور قادیانیت'' کا مطالعہ فرمائیں۔ حاصلِ بحث یہ ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت میں اول بھی ہیں اور آخر بھی، چنانچہ جس قدر انبیاء کرام علیہم السلام اللہ نے اس جہان میں مبعوث فرمائے ان سب کو شبِ معراج آپ کے پیچھے مسجد اقصیٰ میں جمع کر دیا گیا۔ اور جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: صَلّٰی خَلْفَکَ کُلُّ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللہ کہ آپ کے پیچھے ان تمام انبیاء نے نماز پڑھی ہے جنہیں اللہ نے مبعوث فرمایا ہے۔ لہٰذا جو بھی شب معراج آپ کے پیچھے کھڑا تھا وہ سچا نبی ہے اور جو وہاں حاضر نہ تھا وہ جتنے بھی دعوے کرے وہ حدیث کے مطابق دجال و کذاب تو ہوسکتا ہے نبی نہیں ہوسکتا۔ اللہ نے سب انبیاء کو آپ کے پیچھے کھڑا کر کے واضح فرما دیا کہ آپ ہی نبوت میں سب سے اول بھی ہیں اور سب سے آخر بھی۔

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سر

عیاں ہو معنیٔ اول و آخر

وہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر

جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

یہ جگہ مرزائیوں کے لئے جائے عبرت ہے اے کاش کہ ان کے دل میں ہماری بات اتر جائے اور وہ حق کی طرف لوٹ آئیں۔

بیت المقدس میں سب انبیاء کا اپنے فضائل کے حوالے سے حمد الٰہی پر خطبہ کہنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث معراج مروی ہے جس میں بیت المقدس میں آپ کا انبیاء کرام سے ملنا بھی مذکور ہے۔ اس میں ہے کہ مختلف انبیاء کرام علیہم السلام نے خطبۂ حمد الٰہی کہا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

''اللہ کی حمد ہے جس نے مجھے خلیل بنایا مجھے ملکِ عظیم عطا فرمایا، مجھے اپنا اطاعت گزار بندہ بنایا جس کی اقتداء کی جاتی ہے اور اللہ نے مجھے آگ سے نکالا اور اسے مجھ پر سرد اور سلامتی والی بنا دیا''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوں خطبۂ حمد کہا:

''اللہ کے لئے حمد جس نے مجھے شرفِ ہم کلامی عطا فرمایا میرے ذریعے فرعون کو ہلاک کر کے بنی اسرائیل کو نجات بخشی، اور میری امت میں وہ لوگ بنائے جو حق کے ساتھ ہدایت دیتے اور انصاف کا فیصلہ کرتے ہیں''۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام یوں گویا ہوئے:

''اللہ کی حمد ہے جس نے میرے لئے ملک عظیم بنایا، مجھے زبور سکھلائی، میرے ہاتھ پر لوہا نرم کیا، اور پہاڑ و پرندے میرے لئے مسخر کیے جو میرے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے اور مجھے حکمت او[illegible]ت فیصلہ عطا فرمائی''۔

پھر حضرت سلیمان نے یوں حمد الٰہی کہی:

''اللہ کی حمد ہے جس نے میرے لئے ہوائیں مسخر کیں اور جنات میرے تابع کیے وہ میرے حکم پر محرابیں (عبادت گاہیں) صورتیں، بڑے حوضوں جیسی لگن اور لنگر دار دیگیں بناتے تھے۔ اللہ نے مجھے پرندوں کی بولیاں سکھلائیں۔ ہر چیز کی فضیلت بخشی اور جنات، انسان اور پرندے میرے تابع کیے۔ مجھے مومن بندوں میں سے بیش تر پر فضیلت بخشی مجھے ایسا ملکِ عظیم دیا جو میرے بعد کسی کے لئے نہ ہو اور میرا ملک پاکیزہ ملک تھا''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اٹھ کر یوں اظہارِ خیال فرمایا:

''اللہ کی حمد ہے جس نے مجھے اپنا کلمہ بنایا۔ میری مثال آدم علیہ السلام سے دی مجھے کتاب (قرآن) حکمت، تورات اور انجیل کا علم دیا۔ مجھے یہ صفت دی کہ مٹی کے پرندے بنا کر ان میں پھونک ماروں تو وہ حکم الٰہی سے زندہ ہو کر اُڑیں، میں حکم الٰہی سے کوڑھیوں اور اندھوں کو شفایاب اور مردوں کو زندہ کرتا تھا۔ اللہ نے مجھے اور میری والدہ کو شیطانی اثرات سے پاک اور محفوظ رکھا''۔

آخر میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور جملہ انبیاء سے خطاب فرماتے ہوئے یوں گویا ہوئے:

''آپ سب نے اپنے رب کی ثناء کہی اور میں بھی رب العالمین کی ثناء کہتا ہوں''،

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کے لئے حمد ہے جس نے مجھے رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ بنایا، مجھے تمام نسل انسانی کے لئے بشیر ونذیر بنایا۔ مجھ پر اللہ نے فرقان (قرآن) نازل کیا جس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے۔ اللہ نے میری امت کو سب امتوں سے افضل کیا، اور میری امت کے لوگ ہی اول و آخر ہیں (دنیا میں آنے میں آخری اور جنت کو جاتے ہوئے اول) اللہ نے میرے لئے میرا سینہ کھول دیا مجھ سے میرا بوجھ اٹھا دیا اور میرا ذکر بلند کر دیا اور مجھے

سلسلہ نبوت کا آغاز و اختتام کرنے والا بنا دیا''۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ خطبہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

فَبِهٰذَا فَضَلَكُمْ مُحَمَّدٌ۔ اے انبیاء انہی فضائل کے سبب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سب سے افضل ٹھہرے ہیں۔ (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۸ صفحہ ۹)

یہ حدیث امام بزار، امام ابویعلی، امام ابن ابی حاتم، امام ابن عدی، اور امام بیہقی نے بھی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ (درمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۹۸)

یہ حدیث لکھ کر امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے یہ اشعار بے اختیار نوکِ قلم پر آ گئے ہیں:

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا

وہ کنواری پاک مریم وہ نَفَخْتُ فِیْہِ کا دم
ہے عجب شانِ اعظم مگر آمنہ کا جایا وہی سب سے افضل آیا
تجھے یک نے یک بنایا

شب معراج شام کو مسجد اقصیٰ کا دروازہ بند نہ ہو سکا

۵ ہجری میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلاطینِ عالم کو خطوط لکھے تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو شاہ روم کے پاس بھیجا، جوان دنوں شام آیا ہوا تھا۔ جب بادشاہ نے آپ کا خط پڑھا تو اپنے اہل دربار سے کہا کہ یہ خط آیا ہے جس میں سرزمین عرب سے ایک شخص نے دعویٰ نبوت کرتے ہوئے ہمیں اس پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے۔ اہل دربار نے کہا کہ اس علاقہ سے آنے والوں سے اس کی تحقیق کروانا

چاہیے۔ اتفاق سے ان دنوں ابوسفیان (قبولِ اسلام سے قبل) بغرض تجارت گیا ہوا تھا۔ اسے دربارِ شاہی میں بلایا گیا۔ بادشاہ نے اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا: اس کے جھوٹا ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ وہ راتوں رات ارضِ حرم سے نکل کر تمہاری مسجد (مسجد اقصیٰ) میں آیا اور راتوں رات واپس حرم پہنچ گیا۔ اس سے بڑا جھوٹ کیا ہے۔

اس وقت شاہِ روم کے پاس مسجد اقصیٰ کا ایک بطریق (مجاور) بیٹھا تھا وہ کہنے لگا: اے بادشاہ! مجھے اس رات کی پوری خبر ہے بادشاہ نے کہا: بتاؤ اس رات کے متعلق کیا جانتے ہو؟ کہنے لگا: میں رات سونے سے قبل مسجد اقصیٰ کے تمام دروازے بند کر کے سوتا ہوں جب وہ رات آئی (جس کا ابوسفیان نے ذکر کیا ہے) تو میں نے سب دروازے بند کیے مگر ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہو سکا۔ میں نے اپنے ساتھیوں اور خدام سے مدد لی مگر ہم سب مل کر بھی اسے ہلا نہ سکے، وہ پہاڑ سے زیادہ وزنی لگتا تھا۔ میں نے بڑھئی پیشہ ور لوگوں کو بلایا، انہوں نے کہا: لگتا ہے دروازے پر عمارت کا بوجھ آ گیا ہے، ابھی ہم اسے حرکت نہیں دے سکتے صبح دیکھیں گے اس کا کیا حل ہے۔ تو میں دروازہ کھلا چھوڑ کر چلا آیا۔ صبح میں واپس مسجد میں گیا تو دروازہ کے پاس پڑے پتھر میں مجھے سوراخ نظر آیا اور یوں لگا جیسے رات کو یہاں کوئی جانور باندھا گیا ہے۔ تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: آج رات یہ دروازہ کسی سچے نبی کے لئے کھلا رہا ہے جس نے ہماری مسجد آ کر آج رات نماز پڑھی ہے۔ قیصر روم نے یہ سن کر کہا: اے نصاریٰ! کیا تم جانتے نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور قیامت کے مابین ایک نبی آنے والا ہے جس کی عیسیٰ علیہ السلام بشارت دے گئے ہیں۔ اور یہ (خط بھیجنے والا شخص) وہی نبی لگتا ہے جس کی انہوں نے بشارت دی ہے۔ تو آؤ اس کی پیروی کر لیں۔ یہ سن کر اہل روم نے شور مچا دیا۔ بادشاہ نے یہ دیکھ کر کہا: میں بس دیکھنا چاہتا تھا

کہ تم اپنے دین میں کتنے مضبوط ہو۔

(دُرِ منثور بروایت دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۵ صفحہ ۲۲۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دو برتن پیش کیے گئے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسجد اقصیٰ میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تین برتن پیش کیے گئے جن کے منہ ڈھکے ہوئے تھے۔ پہلا برتن پیش کیا گیا تو اس میں پانی تھا آپ نے اس میں سے کچھ پیا۔ پھر دوسرا برتن پیش کیا گیا جس میں دودھ تھا اور آپ سے کہا گیا کہ اسے پی لیں۔ آپ نے اس میں سے سیر ہو کر پیا۔ پھر تیسرا برتن لایا گیا جس میں شراب تھی آپ سے کہا گیا اسے پئیں، آپ نے فرمایا میں سیر ہو گیا ہوں اسے نہیں پینا چاہتا (اس وقت شراب حرام نہیں کی گئی تھی) جبرئیل علیہ السلام نے کہا: کچھ عرصہ بعد یہ آپ کی امت پر حرام کر دی جائے گی اور اگر آپ اس سے کچھ پی لیتے تو آپ کی امت کی اکثرت آپ سے نافرمان ہو جاتی۔ (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۸ صفحہ ۹)

جب کہ سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میں انبیاء علیہ السلام کی امامت سے فارغ ہوا تو میرے سامنے دو برتن پیش کیے گئے ایک سفید دوسرا سرخ، میں نے سفید والا پی لیا۔ جبرئیل علیہ السلام مجھے کہنے لگے: آپ نے دودھ پی لیا اور شراب چھوڑ دی اور اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ کی امت مرتد ہو جاتی۔ (در منثور بروایت ابی یعلیٰ وابن عساکر جلد ۵ صفحہ ۲۰۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا کہ وہ قرب قیامت میں اتر کر دجال کو ہلاک کریں گے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کروائی گئی، آپ ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملے۔ انہوں

نے قیامت کے متعلق باہم گفتگو کی، سب سے اول انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قیامت کے بارے میں سوال کیا، ان کے پاس اس بارے میں کوئی علم نہ تھا، پھر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس بارے میں سوال کیا، ان کے پاس بھی اس بارے میں کچھ علم نہ تھا، تو بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ آئی۔ آپ نے فرمایا: مجھے قیامت کا وقت تو معلوم نہیں وہ تو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ البتہ اللہ نے اس کے بارے میں مجھ سے وعدہ فرمایا ہے وہ یہ کہ دجال (زمین پر) ظاہر ہوگا۔ تب میں (زمین پر) نازل ہوں گا اور اسے قتل کروں گا۔ تب لوگ مطمئن ہو کر اپنے شہروں کو لوٹیں گے تو آگے سے یاجوج و ماجوج ان کا استقبال کریں گے جو ہر بلندی سے لپکتے آئیں گے۔ جو پانی سامنے آئے گا اسے پی جائیں گے اور ہر چیز ہلاک کر دیں گے پھر وہ اللہ کو مارنے کی (معاذ اللہ) کوشش کریں گے، تب میں اللہ سے ان کی ہلاکت کی دعا کروں گا، پھر ان کے لاشوں کی بدبو سے زمین بھر جائے گی تو میں اللہ سے دعا کروں گا، اللہ بارش بھیجے گا جس کا سیلاب انہیں سمندر میں بہالے جائے گا۔

(ابن ماجہ شریف کتاب الفتن باب ۳۳ صفحہ ۲۷۵)

یہ حدیث مرزائی مذہب کے لیے قیامت سے کم نہیں۔ مرزائی لوگ سمجھتے ہیں کہ جس مسیح موعود کے بارے میں حدیث میں وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ قرب قیامت میں ظہور پذیر ہو کر دجال کو قتل کرے گا وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں کیونکہ وہ فوت ہو چکے ہیں وہ واپس نہیں آئیں گے مگر یہ حدیث صحیح بتا رہی ہے کہ جس مسیح نے قرب قیامت میں آنا اور دجال کو قتل کرنا ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں اور انہوں نے شب معراج دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اور آپ کو خود بتایا کہ میں ہی قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہو کر دجال کو قتل کروں گا۔

اب بتاؤ اگر مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ہے تو کیا اس کی شب معراج نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی تھی؟ وہ تو تیرہ صدیاں بعد پیدا ہوا، مگر مرزائی لوگ پھر بھی نہیں مانیں گے کیونکہ ہدایت کا دروازہ اللہ ہی کھول سکتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور قرب قیامت میں نازل ہوں گے اور اسی زمانہ میں دجال ظاہر ہوگا جسے وہ امام مہدی کے ساتھ مل کر قتل کریں گے۔ اس بارے میں راقم الحروف کی اپنے موضوع پر منفرد کتاب حیاتِ ابن مریم کا مطالعہ فرمائیں۔

کیا نبی اکرم ﷺ آسمان کی طرف براق پر گئے یا سیڑھی پر؟

ملاقاتِ انبیاء علیہم السلام اور دودھ نوش فرمانے کے مذکورہ عمل کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیر آسمانی کا آغاز ہوا اور آپ آسمان کی طرف تشریف لے گئے۔ بخاری اور مسلم کی احادیثِ صحیح سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ براق پر آسمان کی طرف گئے۔ بخاری کے الفاظ ہیں: فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِهٖ جِبْرِيلُ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الدُّنْيَا۔ مجھے براق پر سوار کیا گیا پھر جبریل مجھے لے کر چلے اور آسمان دنیا (پہلے آسمان) پر پہنچے۔ (بخاری کتاب مناقب الانصار باب ۴۲)

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر آسمان کی طرف تشریف لے گئے۔ جب کہ بعض احادیث بتاتی ہیں کہ بیت المقدس سے فراغت کے بعد آسمان کی طرف جانے کے لئے سیڑھی لائی گئی، چنانچہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

پھر میں اور جبریل دونوں بیت المقدس میں داخل ہوئے ہم دونوں نے وہاں دو رکعت پڑھیں۔ آگے فرمایا: ثُمَّ اُتِيتُ بِالْمِعْرَاجِ الَّتِي تَعْرُجُ عَلَيْهِ اَرْوَاحُ بَنِي اٰدَمَ۔ پھر میرے پاس سیڑھی لائی گئی جس پر بنی آدم کی ارواح چڑھتی ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں نے اس سیڑھی سے خوبصورت تر کوئی چیز نہیں دیکھی تو میں اور جبریل آسمان

کی طرف چڑھے۔ (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۸ صفحہ ۱۲)

مگر یاد رکھنا چاہیے کہ اس جگہ ایسی حسّی سیڑھی مراد نہیں ہوسکتی جس میں ایک ایک فٹ پر لکڑی یا بانس کے ٹکڑے لگے ہوں۔ ارواح کو ایسی سیڑھی کی ضرورت نہیں تو یقیناً سیڑھی سے یہاں ایک راستہ مراد ہے جو آسمان کے دروازے کو جاتا ہے، اس راستے ارواح اوپر جاتی ہیں اور ممکن ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر سوار ہو کر اسی راستے کے ذریعے آسمان کی طرف تشریف لے گئے۔ اس طرح احادیث میں مطابقت ہو جاتی ہے۔

پہلے آسمان پر نبی ﷺ نے مختلف عذابات کا مشاہدہ کیا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اور جبریل آسمان دنیا پر پہنچے۔ حضرت جبریل نے دروازہ کھولنے کو کہا، پوچھا گیا: کون؟ کہا: جبریل، کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، پوچھا گیا! کیا وہی جن کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں، تو انہوں نے دروازہ کھول دیا اور مجھے سلام کہا، .... پھر میں نے ایک قوم دیکھی، جن کے ہونٹ اونٹوں جیسے تھے۔ ایک شخص ان کے ہونٹ پکڑ کر کھولتا اور ان کے منہ میں بڑے پتھروں جیسے انگار داخل کرتا جو ان کے پچھلے راستے سے نکل آتے۔ میں نے کہا: اے جبریل یہ کون ہیں؟ کہا: یہ لوگ ظلماً یتیموں کا مال کھانے والے ہیں۔

پھر میں نے ایک قوم دیکھی جن کے چمڑے اتار کر ان کے منہ میں ٹھونسے جاتے ہیں۔ پھر ان سے کہا جاتا ہے: تم نے جو کھایا اس کا مزہ چکھو، تو وہ اپنے چمڑے کھاتے ہیں اور انتہائی تکلیف و کراہت محسوس کرتے ہیں، میں نے کہا: جبریل! یہ کون ہیں؟ کہا: یہ لوگوں کے منہ پر تمسخر اڑانے اور پیٹھ پیچھے بدی کرنے والے ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے اور ان کی عزت پر ہاتھ ڈالتے تھے۔

پھر میں نے کچھ لوگ دیکھے جن کے سامنے دسترخوان بچھا ہے جس پر بہت پیارا بھنا ہوا گوشت پڑا ہے، اور ان کے آس پاس مردار پڑے ہیں وہ دسترخوان کا گوشت چھوڑ کر مردار کھاتے ہیں۔ میں نے کہا: جبریل یہ کون ہیں؟ کہا: یہ زنا کار ہیں جو اپنی بیویاں چھوڑ کر حرام کاری کرتے تھے۔

پھر میں نے کچھ لوگ دیکھے جن کے پیٹ بڑے بڑے کمروں کی طرح تھے اور وہ فرعونیوں کی گزرگاہ پر پڑے تھے۔ جب ان کے پاس سے فرعونی گزرتے تو وہ اٹھتے مگر ان کے بڑے پیٹ انہیں پھر گرا دیتے اور فرعونی انہیں لتاڑتے ہوئے گزر جاتے اور انہیں صبح و شام جہنم پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے کہا: اے جبریل! یہ کون ہیں؟ اس نے کہا: یہ سود خور ہیں۔ ان کے پیٹوں میں سود ہے، ان کی مثال ایسے ہے جیسے کسی کو شیطان نے چھو کر پاگل کر دیا ہو (اس پر جنات کا سایہ ہو گیا ہو)۔

پھر میں نے کچھ عورتیں دیکھیں جنہیں ان کے پستانوں سے لٹکایا گیا ہے اور کچھ عورتیں پاؤں سے الٹی لٹکی ہوئی ہیں، میں نے کہا: اے جبریل یہ کون ہیں؟ کہا: یہ زناکار عورتیں ہیں جو اپنی (حرامی) اولاد کو قتل کر دیتی تھیں۔

(تفسیر ابن جریر طبری جلد ۸ صفحہ ۱۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے اوپر لے جایا گیا، میں ایک قوم کے پاس سے گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے جن سے وہ اپنے چہرے اور سینے چھیل رہے تھے، میں نے کہا! اے جبریل یہ کون ہیں؟ کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں پر جھوٹے الزامات رکھتے اور ان کا گوشت کھاتے تھے۔ (ابوداؤد، کتاب الادب، باب ۳۵)

ساتوں آسمانوں پر مختلف انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں

بخاری و مسلم میں ساتوں آسمانوں پر مختلف انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کا

بالتفصیل ذکر ہے،ہم بخاری کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

مجھے براق پر سوار کیا گیا، جبریل مجھے لے کر چلے۔ پہلے آسمان پر پہنچے اور کہا دروازہ کھولو۔ کہا گیا: کون؟ کہا جبریل، کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد (ﷺ) پوچھا گیا: کیا وہی جن کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں، کہا گیا: خوش آمدید۔ ان کا آنا مبارک ہو، تو دروازہ کھول دیا گیا۔

جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں آدم علیہ السلام تھے۔ جبریل نے کہا: یہ آپ کے باپ آدم علیہ السلام ہیں، انہیں سلام کہیے، میں نے سلام کہا، انہوں نے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا، صالح بیٹے اور صالح نبی کو خوش آمدید۔

پھر جبریل مجھے لے کر اوپر چڑھے حتیٰ کہ دوسرے آسمان پر پہنچے، کہا: دروازہ کھولو! پوچھا گیا: کون؟ کہا: جبریل، کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد (ﷺ) کہا گیا: کیا وہی جن کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں، کہا گیا: خوش آمدید ان کا آنا مبارک ہو اور دروازہ کھول دیا گیا۔

جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام کو پایا۔ وہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبریل نے کہا: یہ یحییٰ وعیسیٰ (علیہما السلام) ہیں انہیں سلام کہیں۔ میں نے سلام کہا، انہوں نے جواب دیا، پھر کہا: صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید۔

پھر مجھے تیسرے آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کو کہا، پوچھا گیا کون؟ کہا: جبریل، کہا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد (ﷺ) کہا گیا: کیا وہی جن کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں، کہا گیا خوش آمدید۔ ان کا آنا خوب ہے۔

جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں یوسف علیہ السلام تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ یوسف علیہ السلام ہیں انہیں سلام کہیے! میں نے سلام کہا، انہوں نے جواب دیا پھر کہا

صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید۔

پھر جبریل علیہ السلام مجھے لے کر چوتھے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھولنے کو کہا، کہا گیا: کون کہا: محمد (ﷺ) کہا گیا: کیا وہی جن کو بلایا گیا ہے؟ کہاں ہاں کہا گیا: خوش آمدید، ان کا آنا کیا خوب ہے۔

جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں حضرت ادریس علیہ السلام تھے۔ جبریل نے کہا: یہ ادریس علیہ السلام ہیں انہیں سلام کہیے۔ میں نے سلام کہا، انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر کہا، صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید۔

پھر جبریل مجھے لے کر اوپر چڑھے اور پانچویں آسمان پر پہنچے اور کہا دروازہ کھولو، کہا گیا کون؟ کہا جبریل: کہا گیا، ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ، کہا گیا: کیا وہی جنہیں بلایا گیا ہے؟ کہاں ہاں، کہا گیا: خوش آمدید، ان کا آنا مبارک ہے، تو دروازہ کھل گیا۔

جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں ہارون علیہ السلام تھے، جبریل نے کہا: یہ ہارون علیہ السلام ہیں، انہیں سلام کہیے، میں نے سلام کہا، انہوں نے جواب دیا اور کہا صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید۔

پھر مجھے چھٹے آسمان پر لے جایا گیا، جبریل نے دروازہ کھولنے کو کہا پوچھا گیا کون ہے؟ کہا: جبریل، کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ کہا گیا: کیا وہی جنہیں بلایا گیا ہے؟ کہاہاں، کہا گیا خوش آمدید، ان کا آنا مبارک ہو۔

جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے۔ جبریل نے کہا۔ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں انہیں سلام کہیے۔ میں نے سلام کہا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا صالح بھائی اور صالح نبی کو خوش آمدید۔

جب میں انہیں چھوڑ کر آگے نکلا تو وہ رونے لگے۔ ان سے پوچھا گیا آپ کیوں رونے لگے؟ فرمایا: یہ نوجوان نبی (محمد عربی ﷺ) میرے بعد مبعوث کیے گئے۔ ان

کی امت میری امت سے بہت زیادہ تعداد میں جنت میں جائے گی۔

پھر جبریل مجھے لے کر ساتویں آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھولنے کو کہا، آواز آئی کون؟ کہا: جبریل، کہا گیا: آپ کے ساتھ کون؟ کہا: محمد (ﷺ) کہا گیا: کیا وہی جنہیں بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں، کہا گیا مرحبا۔ ان کا آنا صد مبارک اور دروازہ کھول دیا گیا۔

میں اندر داخل ہوا تو وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ جبریل نے کہا: یہ آپ کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں انہیں سلام کہیے، میں نے سلام کہا۔ انہوں نے جواب دیا، پھر کہا۔ صالح بیٹے اور صالح نبی کو خوش آمدید۔

(بخاری شریف کتاب مناقب الانصار باب ۴۲، مسلم شریف کتاب الایمان حدیث ۲۵۹)

پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یوں ہے کہ آپ کا چہرہ اپنے روزِ تخلیق سے متغیر نہیں ہوا۔ آپ پر آپ کی اولاد کی ارواح پیش کی جاتی ہیں جب کسی مومن کی روح پیش کی جاتی ہے تو آپ فرماتے ہیں۔ یہ مبارک روح ہے اور اس کی خوشبو عمدہ ہے اس کی کتاب کو بلند مقام میں رکھا جائے اور اگر کافر کی روح ہو تو آپ فرماتے ہیں۔ یہ خبیث روح ہے اور اس کی بو بھی خبیث ہے اس کی کتاب سب سے نچلے طبقہ میں ڈال دی جائے۔

حسن یوسف علیہ السلام اور حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کے بارے میں حدیثِ مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَ اِذَا هُوَ قَدْ اُعْطِیَ شَطْرًا مِنَ الْحُسْنِ

انہیں حسن ظاہری کا بڑا حصہ دیا گیا ہے۔ (مسلم کتاب الایمان)

یاد رہے! حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کا سارے عالم میں شور ہے۔ آپ کو دیکھ کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے مگر قربان جائیں حسنِ مصطفیٰ ﷺ کا جواب نہیں۔ حسن یوسف کی زنانِ مصر نے تعریف کی اور حسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خود اللہ نے تعریف فرمائی، فرمایا: وَالضُّحٰی ۙ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۙ (والضحیٰ:۱)

یہ آیت ایک تفسیر کے اعتبار سے تعریفِ حسنِ رسول ﷺ ہے۔

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا:

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پر مردانِ عرب

یعنی حسن یوسف کو دیکھ کر زنانِ مصر کی انگلیاں بے اختیار کٹ گئی تھیں، انہوں نے اپنے ارادے سے نہیں کاٹی تھیں مگر عظمتِ محمدی یہ ہے کہ آپ کے حسن پر نہیں صرف آپ کے نام پر عرب کے مرد اپنی گردنیں خود بڑھ بڑھ کر کٹاتے ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے ربیع بنتِ معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ سے کہا۔ چچی! مجھے نبی ﷺ کا حلیہ مبارک بتائیں۔ وہ کہنے لگیں اے بیٹے! اگر تم آپ کو دیکھتے تو یوں لگتا جیسے سورج طلوع کر آیا ہے۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۲ صفحہ ۷۷۵)

امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میں نے ھند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے کہا، مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کے بارے میں یوں بتائیں کہ مجھے ایسے لگے جیسے میں آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر حسین تھے کہ آپ کا چہرہ یوں چمکتا تھا جیسے چودھویں رات میں چاند چمکتا ہے۔ (دلائل النبوۃ حوالہ مذکورہ)

اللہ اللہ شہِ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری
تیرے انداز یہ کہتے ہیں کہ خالق کو تیرے
سب حسینوں میں پسند آئی ہے صورت تیری

ہر آسمان کے دروازے پر سوال و جواب میں حکمت

حدیث میں آپ نے پڑھا کہ ہر آسمان کے دروازہ پر پوچھا گیا کہ کون ہے؟ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا میں جبریل، پھر پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ گویا آسمان والے دروازہ کھلنے سے قبل ہی جانتے ہیں کہ آج جبریل اکیلے نہیں، ان کے ساتھ آج مہمانِ شبِ اسریٰ بھی ہیں۔ اسی لئے یہ نہ پوچھا گیا کہ آیا آپ کے ساتھ بھی کوئی ہے بلکہ یہ پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے اور جب جبریل نے بتایا کہ ان کے ساتھ جناب محمد مصطفیٰ تاجدارِ شبِ اسریٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو آسمان والے خوش ہو گئے کہ جس مہمان کا انتظار تھا وہ تشریف لے آئے۔ گویا جبریل امین علیہ السلام کو بتایا کہ آج دروازہ ان کے لئے نہیں بلکہ آپ کے معزز مہمان کے لئے کھول جائے گا۔ اگر جبریل علیہ السلام کے لئے دروازہ کھولا جانا ہوتا تو ان کے نام بتاتے ہی کھول دیا جاتا مگر اس کی بجائے مہمان کا نام پوچھا گیا اور جب مہمان کا نام بتایا گیا تو ہر آسمان والے مرحبا پکار اٹھے۔ خوش آمدید کے نعرے لگانے لگے۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ
فرش پہ طُرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے
تیری ہی داستان ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نبی ﷺ کو نوجوان کہہ کر یاد کرنا

بخاری و مسلم کی مذکورہ حدیث میں آپ نے پڑھا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چھٹے آسمان پر ملاقات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے چلنے لگے تو وہ رو پڑے اور فرمایا یہ نوجوان نبی میرے بعد آیا اور اس کی امت میری امت سے بہت زیادہ تعداد میں جنت میں جائے گی۔

’’لِئَنَّ غُلاماً بُعِثَ بعدی یدخل الجنۃَ من امتہ اکثرَ مِمّن یدخُلھا من اُمتی‘‘

حالانکہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک قریباً باون (۵۲) برس تھی اور اس عمر میں کسی کو لڑکا یا نوجوان نہیں کہا جاتا مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑھاپے میں بھی نوجوان ہی نظر آتے تھے آپ کی ریش مبارک آخری عمر تک سیاہ رہی صرف چودہ یا سترہ بال سفید ہوئے اور آپ پر بڑھاپے کے آثار نمودار نہ ہوئے۔ اور آپ کا چہرہ مبارک بڑھاپے میں بھی نوجوانوں کی طرح حسین وجمیل تھا۔

تمہارے حسن کا کونین میں جواب نہیں
جو ڈوب جائے کہیں یہ وہ آفتاب نہیں

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کی امت سب امتوں سے زیادہ جنت میں جائے گی۔ حدیث میں ہے کہ روز قیامت ساری نسل انسانیت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں اسی صفیں اکیلی امتِ محمد یہ کی ہوں گی اور آپ کو اُمّـی کہنے کا ایک معنی علماء نے ’’اُمت والا نبی‘‘ بھی بتایا ہے کیونکہ آپ سب سے بڑی امت والے نبی ہیں۔

کیا انبیاء کرام علیہم السلام آسمانوں میں اپنی روحوں کے ساتھ موجود تھے یا جسموں کے ساتھ؟

اس جگہ سوال ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا

دوسرے آسمان پر اپنے جسم کے ساتھ موجود ہونا محقق اور متفق علیہ ہے۔ قرآن نے صاف فرمایا: بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۔ کہ اللہ نے انہیں زندہ اپنی طرف اٹھالیا۔ (نساء:۱۵۸) اور حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں بھی بعض ضعیف اقوال ہیں کہ انہیں زندہ اٹھا لیا گیا۔ جب کہ باقی انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کا آسمان پر جانا کہیں ثابت نہیں تو پھر شب معراج آسمانوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انبیاء سے کیسے ملاقات ہوئی؟ اس کے جواب میں علماء نے متعدد اقوال کیے ہیں بعض نے ان کی ارواح کا وہاں جانا لکھا ہے اور بعض نے کہا کہ ان کا ارواح یا اجسام کے ساتھ جانا ہر طرح ممکن ہے اور امام قسطلانی کے مطابق کسی قول کو دوسرے پر ترجیح نہیں۔

(مواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۶۹ مطبوعہ بیروت)

مگر میرے نزدیک انبیاء علیہم السلام کا وہاں اجسام کے ساتھ ہونا ہی مرجح واقویٰ ہے۔ کیونکہ ان کی حیات بعد الممات برزخی نہیں حسی وجسمانی ہے۔

(مدارج المنحۃ الوہبیہ الحاوی للفتاویٰ وغیرہ)

اگر حیات حسی کے باعث عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا اور رہنا مسلم ہے تو دیگر انبیاء کے جانے کے لئے کونسا امتناع ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں حیات جسمانی کے ساتھ شب معراج نماز پڑھتے دیکھا گیا۔ پھر اپنی قبر والے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر بھی دیکھا گیا تو اس میں کیا شک ہے کہ وہ جیسے قبر میں تھے ویسے ہی آسمان پر تھے۔

انبیاء واولیاء آنِ واحد میں متعدد جگہ ہو سکتے ہیں

بیت المقدس کے راستہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور آنِ واحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس میں پہنچ گئے کیونکہ حدیث بخاری ومسلم کے مطابق براق کی جہاں نظر

پڑتی تھی وہیں اس کا قدم پڑتا تھا اور آپ کے بیت المقدس میں پہنچنے سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام باقی سارے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ وہاں آپ کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ پھر نماز پڑھی گئی اس کے بعد آپ براق پر بیٹھ کر پلک جھپکنے میں آسمان پر پہنچ گئے اور جن انبیاء علیہم السلام کو آپ بیت المقدس میں چھوڑ کر آئے تھے وہ آپ سے قبل آسمانوں میں موجود تھے۔ گویا ان کی رفتار براق سے بھی تیز تر ہے۔ ثابت ہوا وصال یافتہ مقبولانِ رب العالمین یہ طاقت رکھتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر دیکھے جائیں۔ یہ انبیاء علیہم السلام کے لئے معجزہ اور اولیاء کے لئے کرامت ہے۔ اس سے حاضر وناظر کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ کیونکہ انبیاء واولیاء کے لئے ایسا کرنا روح کی طاقت سے ممکن ہوتا ہے اور روح کے لئے کوئی قرب وبعد نہیں، وہ پلک جھپکنے میں عرش وفرش کا چکر کاٹ سکتی ہے۔ قرب وبعد صرف جسم کے لئے ہے جو مادی چیز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر وناظر کہنے کا یہ معنیٰ نہیں کہ وہ مادی جسم کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں بلکہ معنیٰ یہ ہے کہ وہ سارے عالم میں جہاں چاہیں پلک جھپکنے میں جا سکتے ہیں۔

بیت المعمور میں آپ کا فرشتوں کو نماز پڑھانا

مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المعمور ساتویں آسمان پر ہے کیونکہ ساتویں آسمان پر آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا جو بیت المعمور سے ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔ (مسلم کتاب الایمان)

اور امام ابن جریر نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

پھر میں بیت معمور میں داخل ہوا، وہاں میں نے نماز پڑھی، میں نے دیکھا کہ بیت معمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے عبادت کے لئے داخل ہوتے ہیں پھر قیامت تک

ان کی باری نہیں آتی۔ (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۸ صفحہ ۱۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث معراج میں اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیت معمور پر میں نے دیکھا کہ میری امت کے دو گروہ میرے ساتھ ہیں۔ ایک گروہ کے کپڑے بہت سفید ہیں، اور دوسرے کے میلے۔ پھر میں بیت معمور میں داخل ہوا اور سفید کپڑوں والے لوگ بھی داخل ہوئے اور میلے کپڑوں والے روک لے گئے اور وہ بھی بھلائی پر ہیں پھر میں نے ان سب لوگوں کے ساتھ جو بیت معمور میں تھے نماز پڑھی اور وہاں پر روز ستر ہزار فرشتہ نماز پڑھتا ہے پھر قیامت تک اس کی باری نہیں آتی۔ (درمنثور بروایت ابویعلی وغیرہ جلد ۵ صفحہ ۱۹۷)

اس حدیث کی روش بتا رہی ہے کہ بیت معمور میں جتنے فرشتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نماز پڑھائی اور ان کے ساتھ آپ کی امت کے بعض جلیل القدر افراد بھی سفید کپڑوں میں ملبوس اجسامِ مثالیہ کے ساتھ حاضر تھے۔ انہوں نے بھی آپ کے پیچھے وہاں نماز پڑھی۔ وہ کون تھے اس کی وضاحت کہی نہیں تاہم اس منصب کے سب سے زیادہ اہل امت میں صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین ہیں پھر باقی امت میں سے اولیاء کاملین وعلماء حق ہیں۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام الکل ہیں۔ وہ امام الانس والجان بھی ہیں۔ امام الانبیاء بھی اور امام الملائکہ بھی بلکہ امام الارض بھی ہیں اور امام السماء بھی۔

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

سدرۃ المنتہیٰ کا مشاہدہ

ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات اور بیت معمور میں

ادائیگی نماز کے بعد آپ کو مزید بلند پرواز کروائی گئی۔ حضرت انس اور مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہما دو صحابی روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا۔

(بخاری شریف کتاب مناقب الانصار باب ۴۲)

سدرۃ المنتہیٰ کیا چیز ہے، تو سدرۃ بیر کے درخت کو کہتے ہیں اور منتہی مصدر میمی ہے جس کا معنی اشیاء ہے یعنی اشیاء والا درخت بیر۔ یہ ایک نوری درخت ہے جو ساتویں آسمان سے بہت بلندی پر واقع ہے۔ کسی آسمان مخلوق خواہ وہ جبریل امین علیہ السلام ہوں کا اس سے آگے جانا محال ہے بلکہ ان کا علم بھی یہیں تک ہے اور لوگوں کے جو اعمال بارگاہِ الٰہی کی طرف فرشتے اٹھا کر لے جاتے ہیں تو یہیں تک لے جاتے ہیں۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کروایا گیا تو آپ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ وہ چھٹے آسمان پر ہے (علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور شاخیں ساتویں آسمان سے بہت اوپر۔ مواہب اللدنیہ) زمین سے جو کچھ اٹھایا جاتا ہے وہ وہیں تک لے جایا جاتا ہے اور جو کچھ اوپر سے (اللہ کی طرف سے) آتا ہے اسے وہیں پکڑ جاتا ہے۔

(مسلم شریف کتاب الایمان حدیث ۲۷۹)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ درخت سدرۃ المنتہیٰ کے پھل (اس کے بیر) مٹکوں کی طرح ہیں اور پتے ہاتھی کے کانوں جیسے (بخاری)

سدرہ پر فرشتوں کا دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل کرنا

قرآن میں فرمایا گیا:

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝

''سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جس کے قریب جنت الماویٰ ہے جب سدرہ کو ڈھانپنے

والی چیز نے ڈھانپ لیا تھا۔'' اس کی وضاحت میں یہ حدیث قابل غور ہے۔

امام عبد بن حمید نے سلمہ بن وہرام سے اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ کے تحت روایت کیا:

اِسْتَأْذَنَتِ الْمَلٰئِكَةُ الرَّبَّ تَعَالٰى اَنْ يَنْظُرُوا اِلَى النبى صَلَّى الله عليه وسلم فَاَذِنَ لَهُمْ۔ فَغَشِيَتِ الْمَلٰئِكَةُ السِّدْرَةَ لِيَنْظُرُوا اِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم

فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے اذن مانگا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ نے انہیں اذن دیا۔ تب فرشتوں نے درختِ سدرۃ المنتہیٰ پر چڑھ کر اسے ڈھانپ لیا تا کہ وہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ سکیں۔

(درمنثور جلد ۶ صفحہ ۶۵۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

گویا شب معراج ہر فرشتے کی تمنا تھی کہ وہ ایک جھلک شب اسریٰ کے دولہا محمد مصطفیٰ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک جھلک حاصل کرے۔

چلا وہ سروِ چمن خراماں
نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے
سب اینِ و آں سے گزر چکے تھے
جھلک سی ایک قدسیوں پر آئی
ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولہا کی دور پہنچی
برات میں ہوش ہی گئے تھے

جنت کا مشاہدہ فرمانا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا: بیت المعمور سے فراغت کے بعد میں نے ایک عظیم درخت دیکھا جس کا ایک پتہ میری ساری امت کو گھیر سکتا ہے۔ اس کی جڑ سے ایک چشمہ اُبل رہا تھا جس سے دو نہریں بہہ رہی تھیں۔ میں نے جبریل سے پوچھا یہ کیا ہے، انہوں نے کہا: ان دو نہروں میں سے ایک نہر رحمت ہے اور دوسری نہر کوثر جو آپ کو اللہ نے دی ہے۔ تب میں نے نہر رحمت سے غسل کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری امت کی تمام اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادیں۔ پھر مجھے نہر کوثر پر ٹھہرایا گیا تا آنکہ میں جنت میں داخل ہوا، وہاں ایسی نعمتیں تھیں جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گزرا ہے (وہ انسان کے خیال سے بھی بلند ہیں) وہاں کے انار پالان دار اونٹوں کے کجاوں جیسے ہیں اور پرندے اونٹوں کے برابر۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ سن کر کہنے لگے وہ پرندے تو بہت عمدہ ہوں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے گوشت کا پکا ہوا کھانا ان سے بھی زیادہ عمدہ ہے اور مجھے امید ہے کہ تم یہ کھانا کھاؤ گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر میں نے جنت میں ایک لونڈی دیکھی میں نے اس سے پوچھا: تو کس کی مِلک میں ہے؟ کہنے لگی: میں زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) کی مِلک میں ہوں۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج سے واپسی پر حضرت زید کو اس کی بشارت دی۔ (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۸ صفحہ ۱۴)

لوح وقلم سے گزرنا

سیرِ آسمانی میں ایک مقام وہ بھی آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامِ لوح وقلم سے گزرے۔ چنانچہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ثُمَّ عُرِجَ بِي حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى اَسْمَعُ فِيْهِ صَرِيْفَ الْاَقْلَامِ

پھر مجھے اوپر لے جایا گیا حتیٰ کہ میں اس مقام تک پہنچا جہاں میں قلموں کے چلنے کی آوازیں سنتا تھا۔

(بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ باب اول۔ مسلم شریف کتاب الایمان حدیث ۲۵۹)

اللہ رب العزت ہی جانتا ہے کہ اس نے اپنے حبیب کو کہاں کہاں کی سیر کروائی۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اگر میں عمر نوح پاؤں تو بھی اپنے احوالِ معراج بتا نہیں سکتا۔ (کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۵۹۰)

تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

جبریل امین کا ایک مقام پر رفاقتِ رسول ﷺ سے معذرت کر لینا

امام قسطلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ابو الربیع بن بلع نے اپنی کتاب شفاء الصدور میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جبریل میرے پاس آئے وہ سفر معراج میں میرے ہمسفر تھے، تا آنکہ ایک مقام آیا جہاں وہ رُک گئے۔ میں نے کہا: اے جبریل کیا ایسے مقام پر دوست اپنے دوست کو چھوڑ سکتا ہے؟ جبریل نے کہا: اِنْ تَجَاوَزْتُہٗ اِحْتَرَقْتُ بِالنُّوْرِ۔ اگر میں اس مقام سے آگے بڑھا تو نور کی تابانی سے جل جاؤں گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جبریل: هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ۔ کیا تمہاری کوئی حاجت ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اے محمد! (ﷺ) اللہ سے سوال فرمائیں کہ روز قیامت مجھے پل صراط پر اپنے پر بچھانے کی اجازت مل جائے تا کہ آپ کی امت ان پر آسانی سے گزر جائے۔

(المواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۸۴ مقصد ۵ مطبوعہ بیروت)

شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو اپنے شہرہ آفاق فارسی اشعار میں یوں بیان کیا ہے۔

بد و گفت سالارِ بیت الحرام
کہ اے حاملِ وحی برتر خرام
جو در دوستی مخلصم یافتی
عنانم ز صحبت چرانا فتی
بگفتا فر اتر مجالم نماند
بما ندم کہ بیزوے بالم نما ند
اگر یک سرموئے برتر پرم
فروغِ تجلّی بسوزد پرم

۱) جبریل علیہ السلام سے سالارِ بیت الحرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے فرشتہ وحی میرے ساتھ آگے چلو۔

۲) جب تم نے مجھے دوستی میں مخلص پایا ہے تو میری رفاقت سے اپنی راہ جدا کیوں کر رہے ہو

۳) انہوں نے کہا: اس سے آگے میری مجال نہیں اور میرے بازوؤں میں سے طاقت جاتی رہی ہے۔

(۴) اگر میں اس سے آگے ایک بال برابر بڑھا تو تجلیات الٰہی کی تابش میرے بال جلا کر رکھ دے گی۔

یہاں سے ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم ترین نورانی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ جس جگہ جانے سے نوریوں کے سردار سید الملائکہ جبریل امین کے پر جلتے ہیں وہ جگہ آپ کی گزرگاہ کی ایک منزل ہے اور آپ کا مقام اس سے کہیں بلند ہے۔

تھکے تھے روح الامین کے بازو
چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی امید ٹوٹی
نگاہِ حسرت کے ولولے تھے

رکے جو سدرہ پہ جبریل شہ نے فرمایا
بڑھو کہ رکنا تمہارا ہمیں نہیں بھایا
کیا یہ عرض بھلا کس کو آپ سا پایا
یہاں سے بڑھنے کا موقع ہمیں نہیں آیا
حضور کو تو خدا نے ہے آپ بلوایا
وصالِ حق کے اشارے سلام کہتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت، ملکیت اور حقیقت

علماء کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین احوال ہیں۔ حالِ بشریت، حالِ ملکیت اور حالِ حقیقت۔ سیر معراج میں اللہ نے یہ تینوں احوال ظاہر فرمائے۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر زمینی حالِ بشریت میں تھی، پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک جبریل امین کے ساتھ سیرِ آسمانی حالِ ملکیت میں تھی جس کو حالتِ نورایت بھی کہتے ہیں اور وہاں سے بارگاہِ صَمَدِیت تک سیر لامکانی حالِ حقیقت میں تھی۔ اور یہ وہ مقام تھا جہاں کوئی بشر یا ملک دم نہیں مار سکتا جو محض بشر یا ملک ہو۔ یعنی وہاں کوئی نبی و رسل بھی آپ کے ساتھ نہیں چل سکتا تھا اور کسی مَلَکِ مقرب کو بھی ساتھ چلنے کی طات نہ تھی۔ اسی لئے جبریل امین نے وہاں ساتھ چلنے سے انکار کر دیا۔ گویا اس وقت سیاحِ لامکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت وملکیت دونوں صفات مغلوب ہو گئیں اور آپ پر حقیقتِ محمدیہ غالب آ گئی اور یہ مقام اس حدیث کا مصداق تھا جسے علماء

یوں بیان کرتے ہیں۔

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلانَبِیٌّ مُرْسَلٌ۔

اللہ کے ساتھ میرا ایسا وقت بھی ہوتا ہے جس میں کسی مقرب فرشتہ کے لئے گنجائش ہے نہ مُرسل نبی کے لئے۔

یہاں سے امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی عظمت بھی معلوم ہوئی کہ نسبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں جبریل امین کی یہ تمنا ہے کہ روز حشر پل صراط پر جب امتِ محمدیہ گزرے تو ان کے پاؤں ہوں اور جبریل امین کے پر اور یقیناً جبریل علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہو چکی ہے۔ اسی لئے امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

پُل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو
اہل صراط روح الامیں کو خبر کریں
جاتی ہے امتِ نبوی فرش پر کریں

ستر ہزار حجاباتِ نور طے کرنے کے بعد اُدْنُ یَا مُحَمَّد کی ندا آنا

اسی حدیث میں جو امام قسطلانی علیہ الرحمہ نے مواہب میں ابو الربیع کی شفاء الصدور کے حوالے سے نقل کی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ آگے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا: پھر مجھے نور کے ذریعے (اوپر) پھینکا گیا (دوسری روایات میں وہ نور رفرف نامی تخت تھا) اور وہ نور مجھے ستر ہزار پردوں کو پھاڑ کر اوپر لے گیا۔ ان میں سے ہر حجاب دوسرے حجاب سے مختلف تھا۔ اور مجھ سے ہر طرح کی انسانی اور مَلَکی حِس منقطع کر دی گئی۔ (یعنی میری بشریت اور ملکیت کالمعدوم ہو گئیں)۔

تب مجھے کچھ وحشت محسوس ہوئی۔ ایسے میں مجھے کسی نے ابوبکر صدیق رضی اللہ

عنہ کی آواز میں پکارا، قِفْ اِنَّ رَبَّكَ يُصَلِّي۔ ٹھہریے آپ کا رب صلوٰۃ پڑھ رہا ہے، میں سوچنے لگا کیا ابوبکر مجھ سے آگے جا پہنچے، تو اچانک خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے پھر آواز آئی۔

اُدْنُ یا خیرَ البَرِیّۃِ اُدْنُ یا احمدُ اُدْنُ یامحمدُ لِیَدْنُ الحبیبُ

اے بہترینِ خلق قریب آجائیں اے احمد قریب آجائیں، اے محمد قریب آجائیں، محبوب کو قریب آجانا چاہیے۔ (سبحان اللہ)

تو مجھے میرے رب نے قریب کرلیا۔ حتیٰ کہ میری وہ حالت ہوگئی جو اللہ نے یوں بیان فرمائی ہے۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ پھر وہ قریب ہوا پھر وہ اور قریب اتر آیا۔ حتی کہ دو ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم تر۔ (نجم:۸)

(المواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۸۴ مقصد ۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

اس حدیث میں مذکور پردوں سے مراد نوری پردے ہیں یعنی ایک نور کے بعد دوسرا نور آتا رہا اور یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ستر ہزار انوار کے اندر سے نکلتے ہوئے بارگاہِ رب العالمین میں حاضر ہوئے۔ اسی لئے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حِجَابُهُ النُّوْرُ لَوْ كَشَفَهٗ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰى اِلَيْهِ بَصَرُهٗ فِي خَلْقِهٖ۔

اللہ کا حجاب نور ہے اگر وہ یہ حجات کھول دے تو اس کے چہرے (یعنی اس کی ذات) کے جلوے اس کی حدِ نظر تک ہر مخلوق کو جلا کر رکھ دیں۔

(مسلم شریف کتاب الایمان حدیث ۲۹۳)

اب اللہ ہی جانتا ہے کہ ستر ہزار پردوں میں سے ہر پردہ کتنے فاصلے پر تھا یہی وہ

جگہ ہے جسے جگہ کہنا بھی مجاز ہے اسے لامکاں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جس کی خبر عرش کو ہے نہ کرسی کو، جبریل کو ہے نہ کسی اور کو۔ یہاں کوئی جہت نہیں، کوئی کیف نہیں، کوئی اِدھر اُدھر نہیں اور کوئی جدھر کدھر نہیں۔ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

جھکا تھا مجرے کو عرشِ اعلیٰ — گرے تھے سجدے میں بزمِ بالا
یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا — وہ گرد قربان ہو رہے تھے
یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمت — خبر یہ لایا کہ چلئے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو — کلیم پر بند راستے تھے
بڑھ اے محمد قریں ہو احمد — قریب آ سرورِ مُمَجَّد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی — یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے
تبارک اللہ شان تیری — تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لَنْ تَرَانِی — کہیں تقاضے وصال کے تھے
خرد سے کہدو کہ سر جھکا لے — گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے — کسے بتائے کدھر گئے تھے
سراغِ اَیْن و مَتٰی کہاں تھا — نشانِ کیف و اِلٰی کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی — نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے
وہی ہے اول وہی ہے آخر — وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے — اسی سے اس کی طرف گئے تھے

مقامِ دَنَا فَتَدَلّٰى اور قَابَ قَوْسَيْنِ

یاد رہے! امام قسطلانی، شیخ عبدالحق محدث دھلوی، امام زرقانی اور دیگر ائمہ دین نے تصریح فرمائی ہے کہ ضروری نہیں کہ قرآنی آیت ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ

اَوْ اَدْنٰی ۝ (نجم: ۹) سے مراد یہی منزلِ قرب ہو جو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج بارگاہِ صمدیت میں حاصل ہوئی کیونکہ قرآنی آیت میں دَنَا فَتَدَلّٰی سے جبریل کا قریب آنا مراد لیا ہے اور یہی درست ہے تاہم یہ الگ حقیقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج اللہ نے مذکورہ حدیث کے مطابق ایسا قربِ خاص عطا فرمایا جیسا اس آیت میں مذکور ہے۔

(مواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۸۸، مدارج النبوت ۲۸۹ جلد اول)

گویا صرف تشبیہ دینا مقصود ہے کہ جیسا انتہائی قرب اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آ گئے پھر مزید نیچے اتر آئے حتی کہ دو ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم تر۔ ایسا ہی قرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرِ لامکاں بارگاہِ رب العالمین میں شب معراج اس طرح نصیب ہوا کہ خود رب العالمین اپنی شان کے مطابق اپنے حبیب کے قریب آ گیا پھر وہ مزید قریب اتر آیا حتیٰ کہ دو ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے کم تر۔ اور یہ تشبیہ ہی ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ کے لئے دو ہاتھ کا فاصلہ حسی طور پر ماننا کفر ہے۔

اس جگہ ایک پر لطف نقطہ یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلندی کی طرف پرواز کی، یونہی اللہ تعالیٰ بھی اپنی رحمت کے اعتبار سے اپنے حبیب کے قریب آیا اور اپنی شان کے مطابق اپنے مہمان کے لئے نزول فرمایا جیسا کہ لفظ فَتَدَلّٰی سے مترشح ہوتا ہے۔ اسی لئے بخاری شریف میں معراج شریف کے حوالے سے حدیثِ صحیح ہے جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَدَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّةِ فَتَدَلّٰی حَتّٰی کَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی۔

اور خدائے جبار و رب العزت قریب آیا پھر اور اتر آیا حتی کہ اپنے حبیب صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے دو ہاتھ کے فاصلہ پر تھا یا اس سے بھی کم تر۔

(بخاری شریف کتاب التوحید باب ۷۳ مطبوعہ ریاض مجموعہ صحاح ستہ)

اور سچ تو یہ ہے کہ اگر شب معراج اللہ کی طرف سے اس کی شان کے مطابق اپنے حبیب کی طرف نزول نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض اپنے عروج اور صعود کے ساتھ بارگاہِ صمدیت میں کبھی حاضر نہ ہو پاتے۔ اسی نقطہ کو امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے یوں بیان فرمایا:

پر ان کا بڑھنا تو نام کو تھا — حقیقتاً فعل تھا اُدھر کا
تنزلوں میں ترقی افزا — دنیٰ تدلّٰی کے سلسلے تھے

اللہ رب العزت اور اس کے محبوب ﷺ کے مابین گفتگو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے آیت مبارکہ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ کے تحت طویل تر حدیثِ معراج مروی ہے جس میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کلام فرمایا اور ارشاد ہوا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) مجھ سے کچھ مانگئے! آپ نے فرمایا اے اللہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور انہیں ملکِ عظیم عطا فرمایا، اے اللہ تو نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور داؤد علیہ السلام کو مُلکِ عظیم دیا۔ ان کے لئے لوہا نرم اور پہاڑوں کو مسخر کیا، اے اللہ تو نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک عظیم دیا، ان کے لئے انسان جنات اور شیاطین کو مسخر کیا اور ہوائیں ان کے تابع کر دیں اور اے اللہ تو نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تورات و انجیل کا علم بخشا، وہ اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا بخشتے اور مردوں کو باذن اللہ زندہ کرتے تھے۔ اور تو نے انہیں اور ان کی والدہ (سیدہ مریم) کو شیطانی اثرات سے محفوظ رکھا۔

(یعنی اے اللہ! اس کے مقابلہ میں مجھے بھی نوازا جائے)۔

تو اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوں خطاب فرمایا۔ اے محمد!

(صلی اللہ علیک وسلم) آپ کو میں نے حبیب بنایا۔ آپ کو میں نے تمام انسانوں کے لئے بشیر ونذیر بنایا، آپ کا سینہ مبارک (علم کے لئے) میں نے کھول دیا، آپ سے آپ کا بوجھ اٹھا دیا۔ آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کیا چنانچہ جب بھی میرا ذکر کیا جائے گا آپ کا ذکر ساتھ میں ضرور ہوگا۔ میں نے آپ کی امت کو سب سے افضل ترین امت بنایا، آپ کی امت دنیا میں آنے میں سب سے آخر ہے اور جنت میں جانے کے اعتبار سے سب سے اول۔ آپ کی امت کا کوئی خطبہ مکمل نہیں ہوتا جب تک یہ گواہی نہ دی جائے کہ آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کی امت کے بعض لوگ ایسے بنائے ہیں جن کے دل مستقل کتابیں ہیں۔ میں نے آپ کو تخلیق میں سب سے اول نبی بنایا اور بعثت میں سب سے آخری نبی ساری امتوں میں سے اور قیامت میں آپ کی امت کا فیصلہ سب سے اول ہوگا۔ آپ کو میں نے سبع مثانی (سورہ فاتحہ) عطا فرمائی جو آپ سے قبل کسی نبی کو نہ دی گئی، آپ کو میں نے کوثر عطا فرمایا اور آپ کو میں نے آٹھ حصے عطا فرمائے۔ (۱) اسلام (۲) ہجرت (۳) جہاد (۴) صدقہ (۵) نماز (۶) صومِ رمضان، (۷) اَمر بالمعروف اور (۸) نہی عن المنکر اور اے محمد صلی اللہ علیک وسلم میں نے آپ کو سلسلۂ نبوت کا آغاز اور اختتام کرنے والا نبی بنایا۔

(تفسیر ابن جریر طبری جلد ۸ صفحہ ۱۱)

یہ حدیث جہاں اللہ اور اس کے رسول کے مابین مکالمہ بتاتی ہے وہاں عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان گنت پھولوں کا حسین گلدستہ نظر آتی ہے۔ اس میں مذکور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وخصائص میں سے ہر ایک اس قدر عظیم ہے جس کے بیان سے زبان وقلم قاصر ہیں۔ اس کے علاوہ یہ حدیث عقیدۂ ختم نبوت پر اس قدر واضح روشنی ڈالتی ہے کہ مرزائی عقائد کی جڑیں کٹ جاتی ہیں۔ اس میں اللہ نے خود اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شب معراج ارشاد فرمایا کہ میں نے آپ کو سب انبیاء کے آخر میں مبعوث فرمایا ہے۔ اور آپ کو سلسلۂ نبوت کا آغاز واختتام کرنے والا نبی بنایا ہے۔

یعنی جو بھی انسان دنیا میں بطور نبی مبعوث ہوا ہے وہ آپ سے پہلے ہی ہوا ہے خواہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہوں، اگر وہ قرب قیامت میں دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو بطور نبی مبعوث نہ ہوں گے نہ ہی وہ تبلیغِ انجیل کے لئے آئیں گے۔ وہ تو بطور امتی اور امتِ محمدیہ کے ایک ولی کے طور پر آئیں گے اور تبلیغِ قرآن فرمائیں گے۔ اس کے باوجود اگر مرزائی گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے حوالے سے عقیدۂ ختم نبوت پر شب خون مارنے کی کوشش کرے تو اسے ظلم عظیم ہی کہا جا سکتا ہے۔ اس موضوع پر سیر حاصل بحث کے لئے راقم الحروف کی کتاب ''ختم نبوت اور قادیانیت'' پڑھیں۔

شب معراج خدا و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین تحائف کا تبادلہ

امام ابن عابدین شامی نے رد المحتار حاشیہ در مختار میں اور امام طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں اور دیگر ائمہ نے اپنی تصانیف میں صراحت کی ہے کہ نماز کے آخر میں پڑھا جانے والا تشہد (التحیات للہ والصلوت تا عبدہٗ و رسولہٗ) وہ گفتگو ہے جو شب معراج اللہ رب العزت اور اس کے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین ہوئی۔ اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عبودیت، اور عجز کے تین تحائف پیش کیے اور کہا: التحیات للہ والصلوات و الطیبات یعنی سب آداب (عبادات)، دعائیں اور پاکیزگیاں اللہ کے لئے ہیں، اللہ نے خوش ہو کر ان تین تحائف کے جواب میں تین تحائف اپنی طرف سے اپنے حبیب کو عطا فرمائے اور فرمایا: السلامُ علیك ایها النبیُّ و رحمة اللهِ و برکاتهٗ۔ اے پیارے نبی (صلی اللہ علیک وسلم) آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمت نازل ہو اور اس کی برکتیں آپ پر نچھاور ہوں۔

سبحان اللہ! یہ کیا ایمان افروز مقام ہے۔ سب انبیاء کو اللہ نے زمین پر سلام بھیجا

فرمایا: سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ۝ ، سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ۝ ، سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ۝ مگر جب اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باری آئی تو اللہ نے آپ کو زمین پر سلام نہیں بھیجا بلکہ عرش سے اوپر بلایا، مقامِ قرب میں بٹھایا اور فرمایا:

السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بركاتهٗ

نبی پاک سے کیں حق نے راز کی باتیں
سنی بٹھا کے محبت سے ناز کی باتیں
تمام کہہ دیں نشیب و فراز کی باتیں
ریاض پوچھ نہ تو بے نیاز کی باتیں
بس ایک بات یہ تھیں ختم ناز کی باتیں
سنو کہ ہم تمہیں پیارے سلام کہتے ہیں

جب اللہ نے آپ پر سلام فرمایا تو ایسے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی گناہگار امت یاد آئی اور آپ نے چاہا کہ جو سلام مجھے آج کی رات اس عظیم موقع پر عطا فرمایا گیا ہے اس کا حصہ میری امت کو بھی مل جائے تو آپ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا:

السّلامُ علینا و علی عباد اللہِ الصّالِحِیْنَ۔

اے اللہ! ہم پر سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی سلام ہو۔

(حاشیہ طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح صفحہ ۱۵۵ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ کراچی)

یہاں ایک پرلطف نکتہ ہے کہ السلامُ علینا (ہم پر سلام ہو)، میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپنے ساتھ اپنی گناہگار امت کو شامل کر لیا اور اپنے دامن میں چھپا کر جمع متکلم کا صیغہ ارشاد فرمایا اور نیکوکار امت کو عباد اللہ الصالحین کہہ کر اللہ کے حوالے کر دیا۔ گویا زبانِ حال سے عرض کیا کہ اے اللہ میرے گناہگار غلاموں پر بھی سلام ہو اور تیرے نیک بندوں پر بھی سلام ہو، یعنی جو نیکوکار ہیں وہ تیرے ہیں اور جو

گناہگار ہیں وہ میرے ہیں کیونکہ انہیں میرے سوا کون بچائے گا۔

بندۂ گناہگار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ جب پیارے آقا نے شب معراج حضوری خاص میں ہمیں نہ بھلایا اور ہم سیاہ کاروں کو اپنے زمرہ میں شامل فرمایا تو امیدِ واثق ہے کہ روزِ قیامت بھی آپ ہمیں اپنے دامن میں چھپائیں گے اور ہماری شفاعت فرمائیں گے۔

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے
گر ان کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے
سب نے صفِ محشر میں للکار دیا ہم کو
اے بے کسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے

اللہ نے اپنا دستِ قدرت اپنے حبیب کی پشت مبارک پر رکھا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی سابق الذکر حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے میرے رب نے سوال کیا، میں اس کا جواب نہ دے سکا، تو اللہ نے اپنا دستِ قدرت بلا کیف وحد میرے کندھوں کے درمیان رکھا، میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، تو اللہ نے مجھے اولین و آخرین کے علوم کا وارث بنا دیا اور مجھے مختلف علوم عطا فرما دیئے۔ ایک علم وہ ہے جس کے چھپانے کا مجھے حکم فرمایا کیونکہ اللہ کو معلوم تھا کہ میرے سوا وہ علم کوئی نہیں اُٹھا سکتا، ایک علم کے بارے میں مجھے اختیار دیا کہ اسے چھپاؤں یا ظاہر کروں اور ایک علم کے بارے میں مجھے خاص و عام تک پہنچانے کا حکم دیا۔ (المواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۸۴ مقصد ۵)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر دستِ قدرت کے رکھے جانے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو شب معراج کس قدر قربِ الٰہی میسر آیا یہی قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی میں سے اَوْ اَدْنٰی کا مقام ہے۔

پانچ نمازوں کی فرضیت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر اللہ نے میری طرف وحی فرمائی جو وحی فرمائی تو مجھ پر ایک دن رات میں پچاس نمازیں فرض فرمائیں، میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف (چھٹے آسمان پر) اترا۔ انہوں نے پوچھا: آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں، کہنے لگے: آپ اپنے رب کے پاس جائیں اور اس سے کمی کی درخواست کریں کیونکہ آپ کی امت یہ طاقت نہیں رکھتی۔ (کہ ایک دن رات میں پچاس نماز پڑھے کیونکہ میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں کہ وہ اس سے کم نمازیں بھی نہ پڑھتے تھے)

میں اپنے رب کے پاس واپس گیا اور عرض کیا: اے رب میری امت کے لیے نرمی فرما، (ایک روایت میں ہے کہ عرض کیا اے پروردگار میری امت کے جسم، دل آنکھیں اور کان کمزور ہیں ان کے لیے نرمی فرما، (بخاری کتاب التوحید)) اللہ نے پانچ نمازیں کم کردیں، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور بتایا کہ پانچ نمازیں کم کردی گئی ہیں۔ انہوں نے کہا: آپ کی امت پر یہ اب بھی بھاری ہے۔ آپ اپنے پروردگار کے پاس واپس جائیں اور کمی کی درخواست کریں۔ چنانچہ میں اللہ کے پاس جاتا رہا اور وہ ہر بار پانچ پانچ نمازیں کم فرماتا رہا تا آنکہ صرف پانچ رہ گئیں اور اللہ نے فرمایا:

''اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) یہ ایک دن رات میں پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز پر دس نمازوں کا ثواب ہے تو یہ پچاس ہی ہوگئیں۔ جو آدمی نیکی کا ارادہ کرے اور اسے کر نہ سکے اس کے لیے نیکی لکھ لی جاتی ہے اور اگر کرلے تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو برائی کا ارادہ کرے اور اسے کر نہ سکے وہ اس کے لیے لکھی نہیں جاتی، اور اگر برائی کرلے تو ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر میں نیچے اترا اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں خبر دی، انہوں نے کہا: آپ اپنے رب کے پاس جائیں اور مزید تخفیف کا سوال کریں۔ میں نے کہا: میں اپنے رب کے پاس اتنی بار گیا ہوں کہ اب مجھے جاتے ہوئے حیا آتی ہے۔

(مسلم شریف کتاب الایمان حدیث ۲۵۹ مجموعہ صحاح ستہ مطبوعہ ریاض)

یاد رہے! پانچ نمازوں کی شب معراج میں فرضیت ہمیں اہمیتِ نماز کا احساس دلاتی ہے کہ باقی ساری عبادات اور جملہ احکامِ اسلام زمین پر فرض ہوئے یعنی ان کے لیے زمین پر آیات اتاری گئیں مگر نماز کے لئے اللہ نے اپنے رسول کو عرش سے اوپر بلایا۔ حضیرۃ القدس میں بٹھایا اور تحفہء نماز عطا فرمایا، پھر پانچ نمازوں کے لیے پہلے پچاس نمازیں فرض کی گئیں پھر انہیں کم کرکے پانچ کردیا گیا تاکہ امتِ محمدیہ کم ازکم پانچ تو نہ چھوڑے اور اللہ ورسول کا احسان مانتے ہوئے پانچ نمازیں خوشی سے ادا کرے۔

یہاں سے عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک حسین پھول بھی کِھل اٹھا کہ تخفیفِ نماز کی صورت میں اللہ نے اپنے حبیب کو چھٹے آسمان سے بارگاہِ صمدیت تک نو بار آنے جانے کا موقع عطا فرمایا تاکہ سب دیکھ لیں کہ اللہ کے محبوب کے لیے قربِ خاص کے سب دروازے ہر وقت کھلے ہیں جتنی بار چاہے آئے جائے کوئی رکاوٹ ہی نہیں۔ ورنہ اللہ جانتا تھا کہ آخر میں پانچ نمازیں رہ جائیں گی تو اس نے پہلے ہی پانچ

کیوں نہ فرض فرما دیں؟ حکمت یہ ہے کہ وہ عالمین کو اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر ومنزلت سے آگاہ فرمانا چاہتا ہے۔

قصرِ دنیٰ تک ان کی رسائی جاتے یہ ہیں آتے یہ ہیں
رب ہے معطی یہ ہیں قاسم دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

اس جگہ امام قسطلانی فرماتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے دیدار کی تمنا کی جو پوری نہ ہوئی مگر ان کے دل میں تڑپ رہی، آخر جب ہمارے آقا ومولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شرفِ دیدار عطا فرمایا گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام راستہ میں آکر کھڑے ہوگئے اور بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتے رہے اور انہیں بارگاہِ حق میں بھیجتے رہے تا کہ انہیں ان آنکھوں کی بار بار زیارت ہو جنہوں نے اللہ کا دیدار پایا ہے۔ جیسا کہ ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

وَ اِنما السِرُّ فی موسٰی یُرَدِّدُہٗ لیجتلی حُسن لیلی حینَ یَشْھَدَہٗ
یَبْدُو سَنَاھَا عَلٰی وجہِ الرسولِ فیا لِلّٰـہِ دَرُّ رسولٍ حِیْنَ اَشْھَدَہٗ

"حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بار بار بھیجنا، اس میں راز یہ ہے کہ وہ لیلیٰ قدرت کے حسن کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں جس کی ضیا اس وقت چہرۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چمک رہی تھی۔ تو پھر خدا ہی جانتا ہے کہ جب آپ نے دیدارِ الٰہی کیا تب آپ کا کیا عالم ہوگا۔ (مواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۱۱۱)

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟

اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اختلاف تھا حق یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو بیداری میں سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ اس بارے میں راقم الحروف پیچھے سورہ انعام کی تفسیر لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ (انعام: ۱۰۳) کے تحت کچھ دلائل لکھ آیا ہے۔ کچھ مزید یہاں لکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رَأَیْتُ رَبِّیْ فِی اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ

میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا۔

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ مجھ سے اللہ نے فرمایا: اے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) کیا آپ جانتے ہیں کہ فرشتے کس بارے میں تنازع کرتے ہیں، میں نے عرض کیا: نہیں یا رب، تو اللہ نے اپنا دستِ قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا، میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی، تو پھر آسمان وزمین میں جو کچھ ہے مجھے اس کا علم ہوگیا۔ میں نے عرض کیا: اے پروردگار! وہ درجات اور کفارات کے بارے میں تنازع کرتے ہیں اور نمازِ جمعہ میں جانے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کے بارے میں تنازُع کرتے ہیں (یعنی ہر فرشتہ چاہتا ہے کہ بندے کے ان اعمال کا ثواب وہ اٹھا کر اللہ کے حضور پیش کرے)۔

(تفسیر ابن جریر طبری جلد ۱۱ صفحہ ۵۱۰ زیر آیت مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث کے آخر میں رسول اللہ ﷺ نے صاف فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو سب سے خوبصورت شکل میں دیکھا۔ سبحان اللہ۔ کیا عظمت مصطفیٰ ﷺ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سر طور دیدارِ الٰہی کی تمنا فرمائی مگر اللہ نے فرمایا: لَنْ تَرٰنِیْ اے موسیٰ (علیہ السلام) آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ (اعراف: ۱۴۳) یعنی یہ نہ فرمایا کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اس میں یہ اشارہ تھا کہ اے پیارے موسیٰ مجھے دیکھنے والی بھی کوئی آنکھ ہے جو اپنے وقت پر مجھے دیکھے گی چنانچہ آج شب معراج چشمِ مصطفیٰ ﷺ نے اپنے رب کو سب سے خوبصورت شکل میں دیکھا۔

نہ تو دیکھے مجھے موسیٰ نہ چشمِ انبیاء دیکھے
مجھے دیکھے اگر کوئی تو چشمِ مصطفیٰ دیکھے

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ اللہ نے میری آنکھ کا نور میرے دل میں رکھ دیا تو میں نے اسے اپنے دل سے دیکھا۔ ان الفاظ سے کوئی یہ دھوکہ نہ کھائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کو آنکھ سے نہیں صرف دل سے دیکھا۔ ان الفاظ کا مفہوم صرف یہ ہے کہ جب میں نے اپنے رب کو دیکھا تو دل بھی حاضر تھا یعنی مدہوشی اور بے خبری کے عالم میں نہیں دیکھا بلکہ جو کچھ آنکھ نے دیکھا دل نے اس کی تصدیق کی۔ اس لئے اللہ نے فرمایا۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○ آپ نے جو کچھ (آنکھ سے) دیکھا دل نے اسے جھٹلایا نہیں (بلکہ اس کی تصدیق کی)۔ (نجم:۱۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا:

ان اللّٰه اصطفٰى ابراهيمَ بالخُلّةِ واصطفٰى موسٰى بالكلامِ واصطفٰى محمداً بالرؤيةِ صلوٰتُ اللّٰهِ عليهم

بے شک اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت (مقام خلیلی) سے نوازا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرفِ ہم کلامی بخشا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا دیدار عطا فرمایا۔ (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۱۱ صفحہ ۵۱۱)

طبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فرمایا:

اِنَّ محمداً راٰى رَبَّهٗ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً بِبَصَرِهٖ وَ مَرَّةً بِفُؤَادِهٖ

بیشک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا ایک بار آنکھ سے اور ایک بار دل سے۔ (المواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۵)

اس جگہ سیدہ عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رؤیت باری تعالیٰ سے صریح انکار فرمایا ہے بلکہ فرمایا کہ جو ایسا کہتا ہے وہ اللہ پر بہتان باندھتا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ اس آیت سے استدلال فرماتی تھیں: لَا تُدْرِكُهُ

الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ کہ آنکھیں اللہ کو نہیں پا سکتیں اور وہ آنکھوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ (انعام:۱۰۳)

جب کہ امت میں سے قرآن کے مفسرِ اول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جن کے علم قرآن کے لیے خود زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی: اللّٰهم فَقِّهْهُ في الدين و علمهُ التأويل۔ مسلم (کتاب فضائل الصحابہ) نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس استدلال کی تردید فرمائی۔ حضرتِ عکرمہ تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا۔ میں نے یہ آیت پیش کی لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (انعام:۱۰۳) آپ نے فرمایا: یہ اس وقت کی بات ہے جب اللہ اپنے خاص نور کا اظہار فرمائے: وَ قَدْ راٰى محمدٌ رَبَّهٗ مَرَّتَين جب کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔

(ترمذی شریف کتاب التفسیر سورہ نجم صفحہ ۱۹۸۷ مجموعہ صحاح ستہ مطبوعہ ریاض)

اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس استدلال کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا جب خود رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں: رَأَيْتُ رَبِّي میں نے اپنے رب کو دیکھا، فَقولُ النبيِّ اكبرُ من قولها تو قولِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قولِ عائشہ صدیقہ سے بڑا ہے۔ (مواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۷)

یاد رہے! مفسرین نے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کے تحت گہرا کلام فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے رؤیت کی نفی نہیں فرمائی ادراک کی نفی فرمائی ہے اور ادراک یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کی مکمل حقیقت کے ساتھ دیکھ لیا جائے جب کہ رؤیت کا معنی صرف دیکھنا ہے ایک آدمی زمین پر کھڑے ہو کر چاند کو دیکھتا ہے تو اس کا یہ معنی نہیں کہ اس نے چاند کا ادراک کر لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی شب معراج اپنے رب کا ایک جلوہ دیکھا، رہا اللہ کا ادراک یعنی ذاتِ باری کا مکمل احاطہ تو وہ ناممکن ہے۔ کیونکہ

اللہ لامحدود ہے یہی مفہوم ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کا جو ابھی ترمذی شریف کے حوالہ سے گزرا کہ جب اللہ اپنے نور خاص کا اظہار فرمائے اس وقت اسے کوئی نگاہ نہیں پا سکتی، مزید تفصیل کے لیے پیچھے سورہ انعام میں اسی آیت لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کے تحت مطالعہ فرمائیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت سے استدلال میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجتہادی خطاء واقع ہوئی اور میری نظر سے کوئی عبارت ایسی نہیں گزری ہے جس کے مطابق آپ نے اس رائے سے رجوع فرما لیا تھا۔ اسی لیے حضرت معمر نے فرمایا تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہمارے نزدیک ابن عباس رضی اللہ عنہا سے زیادہ فقاہت نہیں رکھتیں۔ (المعتمد المستقد ص ٦٠)

ام ہانی کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبرِ معراج کے افشاء سے روکنا

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ ام ہانی بنتِ ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: جس رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کروائی گئی، آپ میرے گھر محو آرام تھے رات کے کسی پہر میں نے آپ کو غیر موجود پایا تو میری نیند اڑ گئی۔ مجھے خوف لاحق ہوا کہ کوئی قریشی کافر آپ کو نقصان نہ پہنچائے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبریل (علیہ السلام) آئے اور مجھے ہاتھ سے پکڑ کر ایک جانور پر بٹھایا جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا اور مجھے بیت المقدس لے گئے، وہاں حضرت ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم الصلوٰت التسلیمات سے ملاقات کروائی۔ حضرت ابراہیم کی شکل مجھ سے بہت زیادہ ملتی جلتی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام گندم گوں طویل قامت اور سیدھے بالوں والے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ سرخ وسفید ہے اور عروہ بن مسعود ثقفی (رضی اللہ عنہ) سے ان کی شکل بہت مشابہ ہے، پھر انہوں نے مجھے دجال دکھایا جس کی دائیں آنکھ پچکی ہوئی ہے اس کی شکل قطن بن عبدالعزیٰ سے ملتی ہے، اور میں جا رہا ہوں تا کہ قریش کو اس کی خبر دے سکوں۔

ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا: میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتی ہوں، قریش پہلے ہی آپ کے منکر ہیں، اگر آپ نے انہیں یہ خبر دی تو ممکن ہے وہ آپ پر حملہ کر دیں۔ ام ہانی کہتی ہیں، آپ نے مجھ سے اپنا دامن زور سے چھڑایا اور کفار کے مجمع میں تشریف لے گئے، وہ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے جا کر انہیں وہ سب کچھ بتایا جو مجھے بتایا تھا، یہ سن کر جبیر بن مطعم کھڑا ہوا کہنے لگا: اے محمد اگر تم سمجھ دار ہوتے تو ایسی باتیں نہ کہتے جو تم نے ہمارے پاس کھڑے ہو کر کہی ہیں۔ پھر کفار میں سے ایک شخص نے کہا: اے محمد! کیا تم ہمارے قافلہ (تجارت) کے پاس سے گذرے ہو جو فلاں جگہ گیا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، واللہ میں نے انہیں دیکھا، ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا وہ اسے تلاش کر رہے تھے۔ پھر اس نے کہا: کیا تم فلاں قبیلہ کے قافلہء تجارت کے پاس سے گزرے ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں میں نے انہیں فلاں جگہ دیکھا، ان کی ایک سرخ اونٹنی سفر سے درماندہ ہو گئی تھی ان کے پاس پانی کا ایک کاسہ تھا جس سے میں نے پانی پیا۔ کفار کہنے لگے: ہمیں بتاؤ اس قافلہ میں کتنے لوگ ہیں اور ان کے چرواہے کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نے ان کی گنتی نہیں کی تھی۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے وہ قافلہ پیش کر دیا گیا اور آپ نے ان کی گنتی اور چرواہوں کی تعداد بھی جان لی۔ پھر آپ نے قریش کے پاس جا کر فرمایا: تم نے مجھ سے فلاں قبیلہ کے قافلہ کی تعداد پوچھی تھی، تو ان کی تعداد یہ ہے اور ان کے چرواہے فلاں فلاں ہیں جن میں ابوبکر بن ابی قحافہ بھی ہے اور وہ قافلہ صبح مقام ثنیہ پر تمہارے پاس پہنچ آئے گا۔ تو کفارِ مکہ صبح مقام ثنیہ پر گئے کہ دیکھیں کیا واقعی آپ نے سچ کہا چنانچہ صبح وہاں قافلہ آ گیا۔ کفار نے ان سے پوچھا کیا تمہارا کوئی اونٹ گم ہوا تھا؟ انہوں نے کہاں: ہاں، پھر انہوں نے دوسرے قافلہ والوں سے پوچھا: کیا تمہاری کوئی سرخ اونٹنی سفر سے درماندہ ہو گئی تھی؟ انہوں نے کہا: ہاں، پھر پوچھا: کیا تمہارے پاس پانی کا کوئی کاسہ تھا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے: واللہ اسے میں نے رکھا تھا اسے کسی نے نہیں پیا تھا اور نہ ہی کسی نے اسے زمین پر گرایا تھا، تو میں تصدیق کرتا ہوں کہ آپ نے جو کہا سچ کہا، تو اس دن سے آپ کو صدیق کا نام دیا گیا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۲۴ صفحہ ۴۳۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

واقعہ معراج کے خواب میں نہ ہونے کے دلائل

یہ حدیث شریف واضح طور پر بتا رہی ہے کہ واقعہ معراج خواب میں نہیں جاگتے ہوئے پیش آیا، اگر یہ خواب ہوتا تو اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن پکڑ کر یہ عرض نہ کرتیں کہ اگر آپ نے یہ واقعہ کفار کو بتایا تو نہیں مانیں گے بلکہ آپ پر حملہ کر دیں گے۔ ام ہانی کو خواب پر کسی کے اعتراض کا کیا فکر تھا۔ ماننا پڑے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام ہانی کو یہی بتایا تھا کہ آپ اپنے جسم کے ساتھ راتوں رات بیت المقدس گئے اور واپس آئے ہیں۔

پھر جب آپ نے قریش کی محفل میں جا کر یہ واقعہ بتایا تو وہ چیخ اٹھے اور مذاق اڑانے لگے اگر یہ سب خواب تھا تو انہیں مذاق اڑانے کی کیا ضرورت تھی۔ بلکہ ابن عساکر اور ابو یعلی کی ام ہانی سے روایت میں یوں ہے کہ انہوں نے کہا: اے محمد ہم گواہی دیتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو، ہم تو بیت المقدس جانے کے لیے اونٹوں کے کلیجے پگھلا دیتے ہیں۔ ایک مہینہ چڑھتے لگتا ہے اور ایک مہینہ اترتے ہوئے: وَ تَزْعَمُ اَنَّكَ اَتَيْتَهٗ فِي لَيْلَةٍ وَّاحِدَةٍ۔ اور تم سمجھتے ہو کہ تم بیت المقدس کو راتوں رات ہو آئے ہو؟ (درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۸)

اگر واقعہ معراج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک خواب ہی تھا تو کفارِ مکہ کو ایسی باتیں کہنے کی کیا ضرورت تھی۔

پھر دیکھئے جب کفار اس واقعہ کا انکار کر رہے تھے اس وقت صدیق اکبر رضی اللہ

عنہ نے سب سے پہلے اس کی تصدیق کی، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یا ابابکرٍ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمَّاكَ الصِّدِّيْقَ۔ اے ابوبکر! اللہ نے تمہارا نام صدیق رکھ دیا ہے۔ (درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۶)

اگر یہ خواب ہی کا واقعہ تھا تو اس کے ماننے والے صدیق اور نہ ماننے والے کافر و زندیق کیوں قرار دیئے گئے۔

بیت المقدس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لا کر رکھ دیا گیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے وہ وقت دیکھا ہے جب میں حرم کعبہ میں بیٹھا تھا اور قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کے بارے میں ایسی باتیں پوچھیں جو مجھے یاد نہ تھیں، تو مجھے ایسی پریشانی ہوئی جو پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ تب اللہ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا اور جو کچھ وہ پوچھ رہے تھے وہ میں اسے دیکھ دیکھ کر بتانے لگا (کہ اس کے دروازے اتنے ہیں کھڑکیاں اتنی ہیں وغیرہ)۔ (مسلم شریف کتاب الایمان حدیث ۲۷۸)

اس حدیث سے بھی واضح ہو گیا کہ واقعہ معراج کو ایک خواب سے تعبیر کرنے والے قطعاً غلط کہتے ہیں اگر یہ خواب ہی تھا تو کفار کو خواب کے متعلق اتنی تحقیقات کی کیا ضرورت تھی۔

معراج کے حالتِ بیداری میں ہونے کی یہ دلیل بھی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ واقعہ لوگوں کو بتایا تو کئی وہ لوگ جو اسلام لا چکے تھے وہ دین چھوڑ کر مرتد ہو گئے۔ چنانچہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راتوں رات بیت المقدس سے واپس آئے اور لوگوں کو بتایا تو کئی لوگوں نے کہا ہم

اس کی تصدیق نہیں کرتے: فَارْتَدُّوا کُفَّاراً فَضَرَبَ اللّٰهُ رِقَابَهم مع ابی جهل۔ تو وہ مرتد ہو کر پھر کفر کی طرف چلے گئے تب اللہ نے ان کی گردنیں ابوجہل کے ساتھ (بدر میں) اڑائیں۔ (مسند احمد جلد اول صفحہ ۳۷۴)

اگر یہ خواب تھا تو انہیں اس کے ردعمل میں کفر کی طرف لوٹ جانے کی کیا ضرورت تھی۔

معراج کے حالتِ بیداری میں ہونے کی دلیل یہی آیتِ معراج بھی ہے: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ یعنی اللہ نے اپنی عظمت بتاتے ہوئے فرمایا کہ پاک ہے وہ اللہ جس نے راتوں رات اپنے بندۂ خاص کو سیر کرائی۔ اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو اسے رب العزت اپنی عظمت کے طور پر ذکر نہ فرماتا کیونکہ کسی کا لمبا چوڑا خواب دیکھ لینا ایسی چیز نہیں جسے اللہ اپنی عظمت وقدرت کے اظہار کیلئے بیان فرمائے۔

واقعہءمعراج کو خواب قرار دینے والوں کے شبہات کا ازالہ

پہلا شبہ یہ وارد کیا جاتا ہے کہ قرآن نے معراج کے بارے میں فرمایا:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ اور ہم نے جو آپ کو دکھاوا دکھایا وہ لوگوں کی آزمائش ہی کے لئے دکھایا۔ (بنی اسرائیل: ۶۰)

معترض کہتا ہے کہ اس آیت میں معراج کو لفظ الرُّءْیَا سے تعبیر فرمایا گیا جس کا معنی خواب ہے لہٰذا معراج ایک خواب ہی تھا۔

مگر اس شبہ میں کوئی جان نہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ الرؤیا کا معنی صرف خواب نہیں ہوتا بلکہ مطلقاً کسی چیز کے دیکھنے کے لیے بھی الرؤیا استعمال ہوتا ہے، مثلاً حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

دعوۃُ ابراهیمَ و بشارۃُ عیسٰی و رُؤیا اُمّی الّتی رَأتْ حِینَ وَضَعَتنی

و قد خرج لها نورٌ اَضاءَ لها منه قصورُ الشام

میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا وہ دکھاوا ہوں جو انہوں نے مجھے جنتے ہوئے دیکھا کہ ان کے لیے ایک نور ظاہر ہوا جس سے ان پر شام کے محلات روشن ہو گئے۔

(مشکوۃ شریف باب فضائل سید المرسلین بروایت شرح السنۃ واحمد صفحہ ۵۱۳)

اس حدیث میں رؤیا کا معنیٰ خواب نہیں بلکہ دکھاوا یا منظر ہے کیونکہ بچے کی ولادت کے وقت کوئی عورت خواب میں نہیں ہوتی اسی طرح اس آیت میں رؤیا کا معنی دکھاوا ہے۔ اور مفہوم یہ ہے کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو ہم نے شب معراج جو دکھاوا دکھایا یعنی راتوں رات اتنی بڑی سیر کروائی یہ لوگوں کے لیے آزمائش ہے کہ دیکھا جائے کون اسے مانتا ہے کون نہیں مانتا، جو نہ مانے گا وہ ابوجہل کا ساتھی ہے اور ماننے والا ابوبکر صدیق کا غلام ہے۔

یہ آیت تو بجائے معراج شریف کے جسمانی اور بیداری میں ہونے کی دلیل ہے کیونکہ خواب تو لوگوں کے لیے باعثِ آزمائش نہیں بن سکتا کہ کوئی اسے مانے کوئی نہ مانے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ رات میں خواب میں امریکہ گیا وہاں کی سیر کی تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ میں نہیں مانتا کیونکہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا، معراج کو اللہ کا لوگوں کے لیے باعثِ آزمائش قرار دینا بجائے خود اس کے خواب میں نہ ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

دوسرا شبہ

بخاری کتاب التوحید میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث معراج مروی ہے جس میں معراج کا سارا واقعہ مذکور ہے اور آخری الفاظ یہ ہیں: "وَاسْتَیْقَظَ وَ هُوَ فِی مسجدِ الحرام" پھر نبی ﷺ بیدار ہوئے تو آپ مسجد حرام میں تھے۔

(بخاری کتاب التوحید باب ۳۷ صفحہ ۶۲۷)

معلوم ہوا معراج سارا خواب ہی تھا بلکہ اس حدیث کے آغاز میں ہے:
وَ ھُوَ نائمٌ فِی المسجدِ الحرامِ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام میں سو رہے تھے۔ گویا آپ مسجد حرام میں سو رہے تھے کہ آپ کو لیجایا گیا اور جب بیدار ہوئے تو مسجد حرام میں تھے۔

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا اس معراج جسمانی سے تعلق نہیں جو ہمارے زیر بحث ہے بلکہ یہ معراجِ منامی کی بات ہے اصل میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں کئی بار معراج ہوا جب کہ بیداری میں ایک بار، اور وہ ہجرت سے تقریباً ایک برس قبل تھا اور بخاری کتاب التوحید کی جس حدیث سے شبہ وارد کیا گیا ہے اس میں صاف الفاظ ہیں کہ یہ نزول وحی سے پہلے ہوا۔ اس کی پہلی سطر یوں ہے۔

سَمِعْتُ ابنَ مالكٍ يقولُ: ليلةَ اُسْرِىَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَنَّهٗ جَاءَهٗ ثَلاثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ ان يُوحىٰ اليه و هو نائمٌ فى المسجدِ الحرامِ

شریک بن عبداللہ کہتے ہیں: میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ نزولِ وحی سے قبل ایک بار آپ کے پاس تین افراد (فرشتے) آئے اس وقت آپ مسجد حرام میں سو رہے تھے (آگے سارا واقعہ مذکور ہے کہ وہ فرشتے آپ کو چاہِ زمزم پر لے گئے۔)

اور اگر قبل ان یُوحٰی الیہ کے الفاظ راوی کی غلطی قرار دیئے جائیں جیسا کہ بعض شارحین نے کہا ہے تو استیقظَ و ھو فی مسجد الحرام میں بیدار ہونے سے مراد معراج شریف کے استغراق سے باہر آنا ہے۔

تیسرا شبہ

سیدہ عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں:

ما فُقِدَ جَسَدُ رَسولِ اللّٰه صلى الله عليه وسلم وَ لكن اللّٰهَ اَسْرٰى بِرُوحِه

نبی ﷺ کا جسم مبارک گم نہیں پایا گیا بلکہ اللہ نے آپ کی روح کو سیر کرایا۔
(تفسیر ابن جریر طبری جلد ۸ صفحہ ۱۶ مطبوعہ بیروت)

اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جب معراجِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ کہتے تھے:

كَانَتْ رُؤْيَا مِنَ اللّٰهِ صَادِقَةً

معراج نبی ﷺ کیلئے اللہ کی طرف سے سچا خواب تھا۔ (تفسیر ابن جریر حوالہ مذکورہ)

اس کا جواب اکثر و بیشتر محدثین ومفسرین نے یہی دیا ہے کہ ان دونوں روایات سے استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ معراج ۱۲ سنِ بعثت میں ہوا اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبالہ عقد میں نہیں آئی تھیں وہ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک گم نہیں پایا گیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت اسلام نہیں لائے تھے۔ وہ حالتِ کفر میں تھے وہ بھی اس واقعہ کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔

اور یہ معنی بھی قولِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ضمن میں ممکن ہے کہ معراج شریف اتنے مختصر عرصہ میں وقوع پذیر ہوگیا کہ گویا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک اپنے بستر سے گم پایا ہی نہیں گیا، اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول میں بھی یہ معنی ممکن ہے کہ معراج شریف اتنے سریع وقت میں ہوا میں گویا وہ ایک خواب ہی تھا جس کا خارج میں لوگوں کو کوئی اثر دکھائی نہ دیا۔

واقعہءِ معراجِ مصطفیٰ ﷺ کی حکمتیں

دنیا میں جو بھی واقعہ رونما ہوتا ہے اس کے پیچھے قدرت کا کوئی نہ کوئی راز پنہاں ہوتا ہے۔ اللہ نے کوئی چیز بیکار نہیں بنائی، اور واقعہ معراج تاریخ انسانیت بلکہ تاریخ عالم کا سب سے حیرت ناک واقعہ ہے کہ ایک انسان پلک جھپکنے میں ساتوں آسمان طے کر گیا،

یقیناً اس واقعہ کے پیچھے بھی قدرت کے اسرار و حکم تھے، اُن میں سے جو راقم الحروف کو معلوم ہوئے اور کہیں پڑھے یا سنے وہ عرضِ خدمت ہیں۔

۱) شانِ عبدیت و رسالت کا اظہار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتے ہوئے ہر مسلمان کہتا ہے: اَشْھَدُ اَنَّ محمداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ کہ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ حدیث شریف میں بھی بار بار ایسے ہی کلمہء شہادت مذکور ہوا۔ گویا حضور ﷺ کی دو عظمتیں اور شانیں سب سے بڑی ہیں۔

۱) شانِ عبدیت اور ۲) شانِ رسالت

اللہ نے آپ کی یہ دونوں عظمتیں ظاہر فرمانا چاہیں تو آپ کو سیر معراج عطا فرمائی۔ عبدیت عبادت و اطاعت کا نام ہے اور بندہ جس قدر اللہ کی عبادت و اطاعت کرتا ہے اللہ اسے اسی قدر بلندی عطا فرماتا ہے حدیث میں ہے: مَنْ خَفَضَ رَفَعَہُ اللّٰہ جو پست ہو جائے اللہ اسے بلند کر دیتا ہے (مسند احمد جلد ۲، ۷۳۴۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی نے اللہ کی عبادت و اطاعت نہیں کی۔ حدیث کے مطابق آپ کا نور سب سے اول تخلیق ہوا (ما انا اوّلُ النّبیین خلقاً و اٰخرھم بعثًا) اور جب سے وہ نور پیدا ہوا اس نے اللہ کی حمد و ثنا اور تسبیح و تہلیل شروع کی تو بلا شبہ آپ کی عبادت تمام مخلوق سے بڑھ گئی بلکہ اتنی بڑھ گئی کہ اسے کوئی پیمانہ بیان نہیں کر سکتا۔ لہٰذا آپ کا حق تھا کہ آپ کو سب مخلوق سے بلندی عطا کی جائے چنانچہ آپ کو شبِ معراج وہاں لے جایا گیا جہاں بلندی و پستی کا تصور بھی ختم ہو گیا۔ ایک فارسی شاعر کیا خوب کہتا ہے۔

ہر یک بقدر خویش بجائے رسیدہ است
آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدہ ای

''یعنی ہر کوئی اپنی حیثیت کے مطابق کسی عظیم جگہ پہنچا ہے۔ مگر وہ جگہ کہ جہاں جگہ کا تصور

ہی نہیں آپ اس جگہ پہنچے ہیں۔''

آنجا نہ کس رسد تو آنجا رسیدہ ای
و آں را کہ کس نہ دید تو آں را بدیدہ ای

'' وہ جگہ جہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا وہاں آپ پہنچے ہیں اور جس ذاتِ حق کو کوئی نہ دیکھ سکا اسے آپ نے دیکھا ہے۔''

خلاصہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبدیت تصور سے وراء ہے تو اس کا تقاضا یہی تھا کہ آپ کی بلندی بھی تصور سے وراء ہو اس لیے سر لا مکاں تشریف لے گئے۔

یہ تو آپ کا معراج پہ جانا تھا، اب وہاں سے واپس آنے کی بات سنیے، جب آپ اتنی بلندی پر پہنچ کر ذاتِ حق سے واصل ہو گئے اور محبوبِ حقیقی سے وصال ہو گیا اور ایسا قرب پایا جس کا تصور ممکن نہیں تو اب کون محب گوارا کر سکتا ہے کہ محبوب سے مل کر اس سے بچھڑے۔ پھر محبوب بھی خدا جیسا اور مُحب مصطفیٰ جیسا؟ (جل جلالہ و ﷺ) پھر آپ نے اپنے رب کے اس قربِ خاص سے جدا ہونا کیسے گوارا کیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں آپ کی ذمہ داری رسالت نے آپ کو اپنی امت میں واپس آنے پر مجبور کیا اگر آپ واپس نہ آتے تو بندگانِ خدا کو فیضانِ الٰہی کیسے ملتا۔ نماز کا تحفہ ان تک کیسے پہنچتا، قرآن کی تکمیل کیسے ہوتی اور تکمیلِ دین کا وعدہ کیسے پورا ہوتا۔

گویا آپ کا عَبْدُہٗ ہونا آپ کو اتنی بلندی پہ لے گیا اور رَسُوْلُہٗ ہونا اتنی بلندی سے واپس لے آیا۔

۲) معنوی اور حسّی عظمتیں جمع کر دی گئیں

یہ کوئی ضروری نہیں کہ جو حسّی طور پر کسی سے بلند ہو حقیقی طور پر بھی اس سے عظیم ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان پر ہیں مگر وہ ان انبیاء سے افضل نہیں ہیں جو

زمین پر ہیں۔ یہاں وہ پرلطف مکالمہ جو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فارسی اشعار میں ذکر فرمایا ہے، بیان کرنا باعث ازدیادِ محبت ہے۔

کسے بگفت کہ عیسیٰ ز مصطفیٰ اولیٰ ست — کہ ایں بزیرِ زمین ست او بااوجِ سما
بگفتمش کہ نہ ایں قولِ معتبر است — حُباب برسرِ دریا گہر تہہ دریا

یعنی کسی عیسائی نے مجھ سے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہیں کیونکہ آپ زیرِ زمین مدفون ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلندیِ آسمان پر ہیں، میں نے اسے کہا کہ یہ قول معتبر نہیں کہ ہر بلندی والا نیچے والے سے افضل ہو کیونکہ پانی کا بلبلہ دریا کے اوپر ہوتا ہے اور گوہرِ تابدار دریا کی تہہ میں۔

الغرض، یہ ضروری نہیں کہ حسی طور پر بلندی پر فائز شخص نیچے والوں سے افضل ہو مگر عوام الناس کے ذہنوں میں یہ بات راسخ ہے کہ حسی بلندی والا ہی افضل ہوتا ہے۔

اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اگرچہ معنوی اعتبار سے تمام مخلوق پر افضلیت عطا فرمائی تھی تاہم حسی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ سے بلندی پر تھے اور ساری آسمانی مخلوق حِسّا آپ سے بلند تھی۔ اللہ نے چاہا کہ آپ کو حسی اور ظاہری اعتبار سے بھی اتنا بلند کر دیا جائے کہ سارا عالم آپ کی نعلینِ پاک کے نیچے آ جائے تاکہ عظمت کے سارے پیمانے آپ پر ختم ہو جائیں۔ اس لیے آپ کو سیرِ معراج عطا فرمائی گئی۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی — سب سے بالا و والا ہمارا نبی
سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے — ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی

۳) جملہ اقسامِ وحی کا عطا کیا جانا

وحی کی سات اقسام ہیں۔ مثلاً اچھی اور سچی خواب، گھنٹی کی سی آواز سننا، فرشتہءِ وحی کا قلبِ رسول پر بات القاء کرنا، فرشتے کا انسانی شکل میں آنا، اللہ رب العزت کا اپنے رسول سے خود کلام فرمانا وغیرہ، مگر ان سب اقسام سے بلند تر وحی یہ ہے کہ اللہ اپنے

رسول سے کلام بھی فرمائے اور اپنا دیدار بھی عطا فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلی چھ اقسامِ وحی تو حاصل ہو چکی تھیں۔ یہ آخری قسم باقی تھی اللہ نے شبِ معراج آپ کو حظیرۃ القدس میں بلا کر یہ قسم بھی عطا فرما دی۔ آپ نے اللہ سے لذتِ گفتار بھی حاصل کی اور حلاوتِ دیدار بھی۔

زبان کو انتظارِ گفتن تو کان کو حسرتِ شنیدن
وہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا جو بات سننی تھی سن چکے تھے

۴) آپ کو امامتِ کل عطا فرمائی گئی

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام البشر بھی ہیں، امام الجن بھی، امام الانبیاء بھی اور امام الملائکہ بھی۔ آپ مکہ مکرمہ میں تھے تو ابوبکر صدیق، فاروق اعظم، عثمان غنی، حیدر کرار اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی امامت فرماتے تھے۔ پھر شبِ معراج آپ کو مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کا امام بنایا گیا، پھر بیت المعمور میں ساتویں آسمان پر آپ کو فرشتوں کا امام بنایا گیا، جیسا کہ پیچھے ہم اس کی تفصیل لکھ آئے ہیں اور یوں آپ کے سرانور پر امامتِ کل کا تاج سجا دیا گیا۔

اصالتِ کل امامتِ کل، سیادتِ کل امارتِ کل
حکومتِ کل، ولایتِ کل خدا کے یہاں تمہارے لئے

۵) ملکوتی عبادات کا مجموعہ بطور نماز عطا فرمایا گیا

معراج سے قبل مسلمانوں کے پاس کوئی ایسا طریقہءِ عبادت نہ تھا جسے ساری دنیا میں مسلمان روزانہ پابندی سے اپنا سکیں، اس وقت اہل اسلام صرف مکہ مکرمہ میں تھے جو طوافِ کعبۃ اللہ کے ذریعے ذوقِ عبادت پورا کر لیتے تھے مگر اسلام ساری دنیا میں پھیلنے والا تھا اور ضروری تھا کہ ایک جامع طریقہءِ عبادت نافذ کیا جائے جسے جملہ مسلمانانِ عالم تا قیامت اپنائیں چنانچہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمانوں کی

سیر کروائی گئی، آپ نے کسی جگہ فرشتوں کو حالتِ قیام میں صف بستہ محوِ عبادت دیکھا مگر وہ صرف قیام ہی کر سکتے تھے انہیں رکوع وسجود کی اجازت نہ تھی۔ کسی جگہ فرشتوں کی قطاریں حالتِ رکوع میں محوِ عبادت دیکھیں انہیں صرف رکوع ہی سکھایا گیا تھا کسی اور اندازِ عبادت کی انہیں خبر نہ تھی۔ کہیں صفوفِ ملائکہ بحالتِ سجدہ تسبیح کناں پائیں اور کہیں فرشتگانِ خداوندی حالتِ تشہد میں صف بستہ بیٹھے مصروفِ تقدیسِ رب تھے، سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تمام انداز ہائے عبادت بہت پسند آئے اور دل ہی دل میں تمنا فرمائی کہ کاش یہ تمام طریقہ ہائے بندگی میری امت کو مل جائیں کیونکہ آپ کو اپنی امت سے بہت پیار ہے، باپ اگر کوئی اچھا کپڑا دیکھے تو چاہتا ہے کہ اس کی اولاد بھی ایسا ہی کپڑا پہنے، کوئی ماں اگر کسی بچے کو اچھی سواری پر بیٹھا دیکھے تو چاہتی ہے کہ ایسی سواری اس کے بچے کو بھی ملے، مگر قربان جائیں لاکھوں والدین کا پیار اپنی اولاد سے ایک طرف اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیار اپنی امت سے ایک طرف۔ اس لیے آپ نے تمنا فرمائی کہ فرشتوں جیسی عبادت آپکی امت کو بھی ملے، جب آپ بارگاہِ صمدیت میں حاضر ہوئے تو اللہ نے وہ تمام عبادات جو فرشتوں کو تقسیم کر کے عطا فرمائی تھیں، ان کا مجموعہ نمازِ پنجگانہ کی صورت میں اپنے حبیب کو آپ کی امت کے لیے عطا فرمادیا۔ اس کی تفصیل مواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۹ میں دیکھی جائے۔

۶) میثاقِ انبیاء کی تکمیل

اللہ رب العزت نے یوم میثاق میں جب پشتِ آدم علیہ السلام سے ارواحِ انسانیت ظاہر فرمائیں تو ان میں جو انبیاء تھے ان سے ایک وعدہ لیا جس کا ذکر قرآن نے یوں فرمایا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ

قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ (آلِ عمران: ۸۱)

اور یاد کریں اے پیارے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اللہ نے انبیاء سے وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت دے دوں پھر تمہارے پاس وہ عظمت والا رسول آجائے جو تمہاری جملہ باتوں کی تصدیق کرنے والا ہے (یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو تم نے اس پر ضرور ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنا ہوگی۔ اللہ نے فرمایا (اے انبیاء!) کیا تم نے اقرار کرلیا اور اس پر میرا عہد اٹھالیا؟ انبیاء کہنے لگے: (اے اللہ) ہم نے اقرار کیا، اللہ نے فرمایا: تو پھر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے ارواحِ انبیاء سے عہد لیا تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ سب آپ پر ایمان بھی لائیں گے اور آپ کی مدد بھی کریں گے، چنانچہ شبِ معراج سب انبیاء کرام کو بیت المقدس میں لایا گیا اور آپ کے پیچھے کھڑا کیا گیا اور ان سے روزِ میثاق کا وعدہ پورا کروایا گیا۔

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہو معنی اول آخر
وہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

۷) اعلانِ ختمِ نبوت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء کرام کا امام بنائے جانے میں یہ حکمت بھی کارفرما تھی کہ ہر کوئی جان لے کہ وہی انسان نبی کہلا سکتا ہے جو شبِ معراج مسجد اقصیٰ میں آپ کے پیچھے کھڑا تھا۔ جو وہاں کھڑا نہیں تھا وہ ہرگز نبی نہیں ہوسکتا۔ آپ کے پیچھے تمام انبیاء کو کھڑا کر کے اللہ نے واضح فرمادیا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے انبیاء دنیا میں آئے وہ سب مقتدی تھے۔ اب صرف امام کا انتظار تھا جب محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں امام آگیا تو نماز پڑھادی

گئی۔ اب جو اس نماز میں شامل نہیں وہ جماعتِ انبیاء میں شامل نہیں ہو سکتا خواہ وہ مسیلمہ کذاب ہو یا مرزا غلام احمد قادیانی۔

۸) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کو دیکھ کر گواہی دی

اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے سب نے گواہی دی کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مگر کسی نے اللہ کو دیکھا نہ تھا صرف جبریل کے ذریعے اس کا پیغام سنا تھا، البتہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے بلا واسطہ کلام فرمایا مگر وہ بھی اللہ کو خواہش کے باوجود نہ دیکھ سکے۔

اللہ نے چاہا کہ اب ایسا نبی بھی دنیا میں آئے جو اللہ رب العزت کو دیکھ کر گواہی دے چنانچہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے بھی فرمایا: اشھدُ ان لا اِلٰہَ الا اللّٰہ ہم نے عالم تصور میں حاضرِ دربارِ رسالت ہو کر دست بستہ عرض کیا۔ یارسول اللہ کیا آپ نے اس اللہ کو دیکھا ہے جس کی آپ گواہی دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

رَأَیْتُ رَبِّی فِی اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ

میں نے اپنے رب کو سب سے خوبصورت ترین شکل میں دیکھا ہے۔

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

یہاں سے ختم نبوت کا لطیف نکتہ ہاتھ آتا ہے۔ اس کے لئے ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔ لوگ عید کا چاند دیکھنے کی کوشش میں ہیں۔ قاضی صاحب کے پاس کئی لوگ آئے انہوں نے کہا ہم نے سنا ہے کہ چاند نظر آ گیا ہے قاضی صاحب ان کے نام دفتر میں لکھتے جاتے ہیں مگر رؤیت ہلال کا اعلان نہیں کرتے کیونکہ جو گواہیاں آئی ہیں وہ

سب سماعی ہیں یعنی سننے سے تعلق رکھتی ہیں۔ دیکھنے سے نہیں رکھتیں پھر ایک شخص قاضی صاحب کے پاس آ کر کہتا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے تب قاضی صاحب گواہیوں کا رجسٹر بند کر دیتے ہیں کہ عینی گواہی آ گئی اور چاند نظر آنے کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ لوگ عید کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ تب ایک سرپھرا قاضی صاحب کے پاس آ کر کہتا ہے کہ میں نے بھی سنا ہے کہ چاند نظر آ گیا ہے میرا نام بھی گواہوں مین لکھ لیں قاضی صاحب فرمائیں گے او پاگل جاؤ کام کرو جب عینی گواہی آ گئی اور اعلان ہو گیا اب تیری سماعی گواہی کی کیا ضرورت ہے۔

بلا تشبیہ و مثال، ہر نبی آ کر گواہی دیتا رہا کہ اللہ ایک ہے مگر وہ سب گواہیاں سماعی تھیں اس لئے تکمیلِ دین کا اعلان نہ کیا گیا۔ سب سے آخر میں محمد مصطفیٰ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا میں اللہ کو دیکھ کر گواہی دے رہا ہوں کہ اللہ ہے اور وحدہٗ لاشریک ہے۔ چنانچہ تکمیلِ دین کا اعلان کر دیا گیا اب قادیان سے ایک سرپھرا حیوان ناطق اٹھا اور کہنے لگا میں نے بھی سنا ہے کہ اللہ ہے لہٰذا میرا نام توحید کا اعلان کروانے والوں میں لکھ لیا جائے، اسے قرآن جواب دیتا ہے کہ منہ بند کرو اب دین مکمل ہو گیا ہے اب تمہاری ضرورت نہیں "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" (مائدہ: ۳) اب اعلان توحید کے سب ماننے والے ہیں۔

۹) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روزِ حشر کی دہشت سے بچایا گیا

طبعیات کا قاعدہ ہے کہ کوئی چیز کتنی ہی ہولناک اور دہشت انگیز ہو جب اسے ایک بار دیکھ لیا جائے تو دوبارہ دیکھنے پر انسان دہشت زدہ نہیں ہوتا، اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شافعِ محشر بنایا ہے، شفاعت کا دروازہ آپ ہی کھولیں گے مگر روز قیامت ایسا ہولناک ہے جس سے اور تو اور انبیاء علیہم السلام بھی (تھوڑی دیر کیلئے گھبرا جائیں گے اور ان میں سے ہر کوئی نفسی نفسی پکار اٹھے گا اور شفاعت سے انکار کر دیں

گے) کیونکہ جب دوزخ لوگوں کے سامنے لائی جائے گی تو اس کے ہولناک مناظر سے ہر کوئی گھبرا اٹھے گا۔ ایسے میں اکیلے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے جو اَنَا لَهَا کا نعرہ لگاتے ہوں گے یعنی شفاعت کے لیے آج میں ہی ہوں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو شب معراج دوزخ کے تمام طبقات دکھا دیئے چنانچہ انہیں روزِ حشر دوبارہ دیکھنے سے آپ پر کوئی دہشت وہول طاری نہ ہوگا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے ایک بار مقام طُوی پر آپ کے عصا کا سانپ بننا دکھا دیا تھا چنانچہ جب دوسری بار دربارِ فرعون میں وہی عصا سانپ بنا تو آپ مطمئن کھڑے تھے مگر فرعون اور اس کے حواریوں پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ حدیث کے مطابق ان کے دست نکل گئے۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا کا سانپ بننا پہلے سے دیکھا نہ ہوتا تو آپ پر بھی خوف طاری ہو سکتا تھا مگر اللہ کو ایسا منظور نہ تھا۔ کیونکہ اگر دربارِ فرعون میں آپ پر بھی خوف طاری ہو جاتا تو آپ کی رسالت کیسے ظاہر ہوتی۔ اسی طرح اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی روزِ قیامت خوف طاری ہو تو آپ کا حبیب کبریا حامیِ روزِ جزا ہونا کیسے ظاہر ہوگا۔

کانپ اٹھے گا محشر میں ہر اک بشر   خوف سے ہر کلیجہ دہل جائے گا
اوڑھ کر کالا کمبل وہ آجائیں گے   سارے محشر کا نقشہ بدل جائے گا
کہیں گے اور نبی اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ   میرے حبیب کے لب پر اَنَا لَهَا ہوگا

۱۰) معجزۂ معراج نے تا قیامت سائنسی ترقی کو مات دے دی

ہر نبی کو اپنے وقت کے تقاضوں کے مطابق معجزہ دیا گیا۔ جیسی اس وقت ضرورت تھی ویسا معجزہ عطا ہوا۔ دورِ موسوی میں جادوگری کا زور تھا جادوگر اپنے فن کے زور پر دعویٰ خدائی کر رہے تھے فرعون خود سب سے بڑا جادوگر تھا اور انا ربکم الاعلیٰ کے نعرے لگا رہا تھا، اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزۂ عصا عطا فرمایا جس نے کبھی

سانپ بن کر اور کبھی سمندر کو پھاڑ کر فرعونی جادو کا قلع قمع کر دیا۔ یونہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب و حکمت کا زور تھا اور لوگ طبیبوں میں خدائی قوتیں مان رہے تھے تب اللہ نے ان کی ہدایت کے لئے آپ کو معجزہ دستِ شفا عطا فرمایا۔ آپ کا ہاتھ پھرنا تھا اور اندھے بینا، کوڑھی شفایاب اور مردے زندہ ہو جاتے تھے، مگر آپ فرماتے میں خدا نہیں اس کا بندہ ہوں تو لوگوں کو ہدایت ملتی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو تا قیامت آپ کی نبوت کا دامن پھیل گیا۔ اب قیامت بھی آپ کے سایۂ نبوت میں قائم ہوگی اور روزِ حشر بھی آپ ہی کی سیادت و امامت کا ڈنکا بجے گا۔

اللہ کو معلوم تھا کہ قیامت تک انسان سائنسی بنیاد پر کتنی ترقی کرے گا اور سائنسدان جدید تکنیک (Latest Technology) کے ذریعے کیا کیا کرشمے دکھائیں گے چنانچہ اللہ نے اپنے حبیب کو معجزۂ معراج عطا فرمایا جس کے سامنے دورِ حاضر کی جدید سائنس (Modern Sciences) کا سرنگوں ہو گیا اور انسان کو ماننا پڑا کہ وہ اپنے علوم و فنون کے ذریعے جتنی بھی ترقی کر لے وہ قدرتِ ربانی اور عظمتِ نبوت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

یاد رکھنا چاہیے کہ سائنسی ترقی کے تین مظاہر (Signs) اب تک سامنے آئے ہیں، دل کا آپریشن (Heart Surgery)، وقت کا محدود ہو جانا (Limitation of the time) اور انسان کا چاند پر پہنچنا۔

دل کا آپریشن حیران کن چیز ہے، ڈاکٹرز دل کی نالیاں کھول کر بدل دیتے ہیں بلکہ دل بدل دیتے ہیں مگر اس کے مقابلہ شب معراج معجزۂ شقِ صدر رسول اللہ ﷺ دیکھیں کہ آپ کو بے ہوش نہیں کیا گیا آپ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کا سینہ کھولا جا رہا ہے دل باہر نکالا جا رہا ہے اور دل میں شگاف کر کے اس میں کچھ ڈالا جا رہا ہے، مگر کوئی خون بہتا ہے نہ درد ہوتا ہے، نہ کوئی ٹانکا لگایا جاتا ہے، سائنس اس کا مقابلہ کیسے کر سکتی ہے۔

پھر سائنس کا یہ کمال ہے کہ برسوں کا سفر ہفتوں میں اور ہفتوں کا چند گھنٹوں بلکہ

منٹوں میں طے ہو رہا ہے۔ اس کے مقابلہ میں سیاح لامکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرعتِ سیر بھی دیکھیں کہ رات کے ایک قلیل حصہ میں آپ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس گئے وہاں سے خلائی پرواز کی ساتوں آسمان طے کیے۔ سدرۃ المنتہیٰ عبور کیا اور ستر ہزار پردوں سے گذر کر بارگاہِ صمدیت میں حاضر ہوئے پھر کئی بار وہاں آئے گئے اور آخر میں واپس مکہ مکرمہ پہنچے مگر بستر کی حرارت ابھی باقی تھی۔ کیا سائنس اس کا مقابلہ کر سکتی ہے؟

اور سائنس نے دور حاضر میں سب سے بڑا کارنامہ یہ کیا کہ انسان کو چاند پر اتار دیا اور چاند زمین سے قریب ترین سیارہ ہے ممکن ہے آئندہ دور میں انسان اس سے آگے بھی جائے مگر شب معراج سیاح لامکاں سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تک پہنچے کہ ساتوں آسمان اور سب سیارے گردِ راہ بن کر رہ گئے۔

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

سفر معراج سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ انسان سب سے برتر مخلوق ہے معجزۂ معراج نے انسانیت کو وہ عظمت بخشی کہ سب کائنات اس کے آگے سرنگوں نظر آتی ہے۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی ہے زد میں گردوں

واقعہ معراج میں اور بھی اسرار و رموز حکمتیں، اور فلسفے ہیں مگر ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں، ہماری اصل منزل تو تفسیر قرآن کی تکمیل ہے۔

ہم سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ کی تفسیر میں اتنی دور نکل آئے، آیئے واپس چلیں اگلی آیات کی تفسیر کی طرف۔

واعظ بیانِ شوق بپایاں نمے اسد
کوتاہ ساز قصہء دور و دراز را

آیت معراج کی تفسیر اور واقعہء معراج کی تفصیل میں جو کچھ ہم نے لکھا محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ڈوب کر لکھا، اگر قارئین کو اس سے ذوقِ ایمانی میسر آئے تو راقم الحروف کے حق میں دعاء خیر فرمائیں، اگر کوئی غلطی دیکھیں تو آگاہ کریں۔ البتہ ہم اس پر خوش ہیں کہ جو کچھ لکھا قرآن، حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اقوالِ صحابہ اور ارشاداتِ آئمہ دین کی روشنی میں لکھا ہے اور غیر محتاط واعظین کے ہاں مروج و معروف بے سروپا حکایاتِ معراج کو ناقابلِ ذکر سمجھ کر نظر انداز کیا ہے۔